فہرست مضامین

خطاب بر موقع ہنگامی مجلس مشاورت

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا نمائندگان مجلس مشاورت کے غیر معمولی اجلاس سے خطاب	1
2	جماعت احمدیہ کے خلاف تین خطرناک منصوبے	4
3	1970ء کے عام انتخابات اور ان کا پس منظر	6
4	پاکستان پیپلز پارٹی کا تجزیہ	15
5	الیکشن میں جماعت احمدیہ کا اصولی کردار	23
6	عام انتخابات میں جماعت احمدیہ کے سیاسی کردار کا تجزیہ	31
7	جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں مطابق احکام قرآن وارشادات مسیح موعود	38
8	جماعت احمدیہ کی مخالفت کی اصل وجہ	59
9	حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی محبت الٰہی اور عشق رسول	60
10	جماعت احمدیہ کے قیام کی اہم غرض	75
11	احمدیت کی دشمنی اور کفر کے فتوے	81
12	خطرناک منصوبے اور متوقع خطرات اور ان سے محفوظ رہنے کی نصائح	92
13	**ہنگامی مجلس شوریٰ بلانے کی غرض**	102

بسم اللہ الرحمان الرحیم

خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بر موقع ہنگامی مجلس مشاورت منعقدہ مئی 1973ء

1973ء کی مجلس مشاورت حسب معمول 30۔31 مارچ و یکم اپریل 1973ء کو منعقد ہوئی تھی جس کی مفصل رپورٹ شائع ہو چکی ہے۔ بعد میں کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے جن سے جماعت کو آگاہ کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے خصوصی ارشاد پر مورخہ 27 مئی 1973ء کو مجلس مشاورت کا ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا۔ اس ہنگامی مجلس شوریٰ کا کوئی باقاعدہ ایجنڈا مرتب نہیں تھا۔ حسب قواعد اس میں جملہ نمائندگان مجلس مشاورت 1973ء کو مدعو کیا گیا تھا کیونکہ قواعد کے مطابق کسی مجلس شوریٰ کا نمائندہ پورے سال کے لئے نمائندہ ہوتا ہے۔ اس غیر معمولی اجلاس کی مفصل رپورٹ پیش کی جارہی ہے۔

ہنگامی مجلس مشاورت کی مکمل رپورٹ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 27 ہجرت 1352 ہش بمطابق 27 مئی 1973ء صبح سات بجے سے ایک بجے بعد دوپہر تک ایوان محمود ربوہ میں نمائندگان مجلس مشاورت کے ایک غیر معمولی اجلاس سے جو نہایت ہی اہم، ولولہ انگیز اور بصیرت افروز خطاب فرمایا تھا اس کا مکمل متن افادہ احباب کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

مجلس مشاورت 1973ء کے اس اجلاس کی کاروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم ڈاکٹر حافظ مسعود احمد صاحب سرگودھا نے کی۔ اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بڑا ہی جاہل اور بدبخت ہے وہ انسان جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر وہ کچھ سوچ سکتا ہے یا صحیح عمل کر سکتا ہے یا اپنے عمل اور تدبیر میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس لئے عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ ہم اس اجلاس کو شروع کرتے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے دماغوں میں جلا پیدا کرے۔ ہمیں قوت عمل عطا فرمائے اور ہمارے عمل کو شرف قبولیت بخشے اور ہمارے اعمال کے وہ نتائج نکالے جو الٰہی سلسلوں کے اعمال کے نکلتے رہے ہیں۔ آئیں دعا کر لیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا افتتاحی خطاب

ایک لمبی اور پر سوز اجتماعی دعا ہوئی اور پھر تشہّد اور تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

میرے خیال میں سب نمائندگان کو آواز آ رہی ہو گی۔ مجلس شوریٰ منعقد کرنے کی اجازت کے ساتھ ہم پر یہ پابندی لگا دی گئی تھی کہ آواز ہال سے باہر نہ جائے۔ پہلے ہی میرا یہ خیال تھا کہ اس قسم کی پابندی لگے گی پھر کچھ اور مصلحتیں بھی تھیں اس لئے زائرین اور زائرات کا ٹکٹ جاری نہیں کیا گیا کیونکہ ان کے لئے آواز کو اونچا رکھنا پڑتا ہے تاکہ وہ زائرین بھی آواز سن سکیں جن کو اندر جگہ نہیں ملتی اور وہ باہر کھڑے ہوتے ہیں لیکن آواز کو اتنا نیچا بھی نہیں کیا جا سکتا کہ جو دوست یہاں بیٹھے ہیں ان کو بھی آواز سنائی نہ دے ورنہ تو پھر شوریٰ کے بلانے کا کوئی مقصد ہی نہیں رہتا۔ دونوں حدوں کے درمیان صراط مستقیم کو ہم نے اختیار کرنا ہے۔ اگر آواز کم ہو اور دوستوں کو سمجھ نہ آئے تو ان کو چاہئے کہ وہ بتا دیں اور اگر ضرورت سے زیادہ آواز پیدا ہو جائے تو منتظمین (جو شوریٰ کے نمائندے بھی ہیں) اس کو ٹھیک کر دیں۔ اس وقت ہال میں جتنے دوست رضاکارانہ طور پر کام کرتے نظر آتے ہیں سوائے تین چار (قاضی عزیز احمد صاحب منتظم لاؤڈ سپیکر، ملک یوسف سلیم انچارج صیغہ زود نویسی، نواب زادہ میاں شاہد احمد پاشا اور صلاح الدین ایوبی) کے باقی سب شوریٰ کے رکن ہیں۔ پانی پلانے کے لئے بچے آیا کرتے تھے۔ اب اس موقع پر ان کی ضرورت نہیں تھی اس لئے میں نے یہ ہدایت کی تھی کہ ہال کے دونوں طرف ٹھنڈا پانی رکھ دیا جائے۔ امید ہے یہ انتظام کافی ہو گا اور پانی بھی ٹھنڈا ہو گا۔ جو دوست پانی پینا چاہیں وہ اپنے دائیں بائیں قریبی جگہ سے پانی پی سکتے ہیں۔ جن دوستوں نے باہر جانا ہو (بعض دوستوں کو مجبوری ہوتی ہے) وہ بھی حسب دستور اجازت لے کر باہر جا سکتے ہیں۔

پرسوں جمعہ کی صبح جب میں اٹھا تو میں بیمار تھا۔ اتنا شدید بیمار کہ جب میں چارپائی سے اٹھ کر کھڑا ہوا تو مجھے اتنے شدید چکر آئے کہ قریب تھا کہ میں گر جاتا۔ میں اپنی نبض بڑی حد تک خود ہی دیکھ لیتا ہوں۔ چنانچہ جب میں نے نبض دیکھی تو مجھے یہ احساس ہوا کہ میرا بلڈ پریشر بہت نیچے گر گیا ہے اور اس کی وجہ سے یہ تکلیف ہو گئی ہے۔ پھر ڈاکٹروں نے دیکھا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ واقعی خون کا دباؤ کم ہوا تھا اور اپنی اس عاجزی پر اصرار بھی کر رہا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دواؤں میں سے مشک ہر وقت اپنے پاس رکھتے تھے۔ آپ نے لکھا ہے اور میں نے خود پڑھا ہے کہ آپ دوران سر کا علاج مشک کے استعمال سے کرتے تھے۔ مجھے خیال آیا شاید حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بلڈ پریشر بھی گر جاتا تھا۔ اس لئے آپ مشک استعمال کرتے تھے کیونکہ یہ دل کو طاقت دیتا ہے اور اسے اصلی اور صحت مند حالت پر لے آتا ہے۔ چنانچہ میں نے بھی مشک استعمال کیا اور اس سے فائدہ بھی ہوا تاہم دو گھنٹے اس کا اثر رہتا تھا پھر تکلیف عود کر آتی تھی۔ چنانچہ اسی طرح دو دن بڑی تکلیف میں گذارے۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے پہلے دن جب مجھے تکلیف شروع ہوئی جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کی نماز کا وقت آیا تو مجھ سے رہا نہ گیا۔ اس وقت میری طبیعت کچھ اچھی بھی تھی۔ میں نے خیال کیا کہ مختصر خطبہ کے بعد نماز پڑھا کر جلدی واپس آ جاؤں گا۔ کچھ دوست باہر سے بھی آئے ہوں گے ان سے ملاقات ہو جائے گی لیکن جب واپس آیا تو بلڈ پریشر بہت نیچے گر گیا ہوا تھا۔ پھر دوائی استعمال کرنی پڑی۔ اب ڈاکٹر کہتے ہیں کہ گرمی کی وجہ سے کمزوری ہے۔ گرمی میرے لئے بیماری بن گئی ہے کیونکہ دو تین دفعہ لُو لگنے سے یا ہیٹ سٹروک کی وجہ سے تکلیف ہو جاتی رہی ہے۔

غرض کئی سال سے یہ تکلیف چلی آ رہی ہے۔ جب خون کا دباؤ کم ہو جائے تو اس سے ضعف دماغ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس موقع پر وہ بہت کچھ جو میں نے سوچنا تھا وہ شاید میں سوچ نہیں سکا ہوں گا لیکن جتنا میں نے خدا پر توکل کرنا اور اس سے دعائیں کرنی تھیں میں سمجھتا ہوں خدا نے اس سے زیادہ دعائیں کرنے کی مجھے توفیق عطا فرمائی۔

اصل چیز تو دعا ہی ہے ویسے انسان کو خدا نے فرمایا ہے کہ میں نے تجھے کچھ قوتیں دی ہیں انہیں استعمال کرو۔ خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تمہیں کچھ قوتیں دی ہیں اب تم مجھ سے آزاد ہو گئے ہو اب تمہیں میری ضرورت نہیں رہی۔ انسان کو ساری طاقتیں اور قوتیں دینے کے بعد خدا نے فرمایا میرے بغیر تمہاری کوئی زندگی نہیں ہے اس لئے تم میری طرف بار بار رجوع کرو میں بار بار تم پر رجوع برحمت ہوں گا۔ اس وقت بھی بہت گرمی ہے اور مجھے کمزوری کا احساس دلا رہی ہے لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ جو باتیں میں اس وقت کہنا چاہتا ہوں اور جو جماعتی لحاظ سے بڑی اہم ہیں اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے گا کہ میں وہ کھول کر جماعت کے نمائندگان کے سامنے رکھ دوں۔

تمہید

1970ء کے عام انتخابات۔ ان کا سیاسی پس منظر و پیش منظر
پاکستان پیپلز پارٹی۔ اس کے ماضی اور حال کا حقیقت پسندانہ تجزیہ
عام انتخابات میں جماعت احمدیہ کا منصفانہ اور فیصلہ کن کردار

جماعت احمدیہ کے خلاف تین خطرناک منصوبے

اس وقت جماعت احمدیہ کے خلاف تین بڑے خطرناک قسم کے ”مکر“ کئے گئے ہیں۔ ابھی یہاں بیٹھے بیٹھے مجھے خیال آیا کہ جب قرآن کریم نے وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (آل عمران:55) کی اس آیہ کریمہ یا اس مضمون کی دوسری آیات میں جس مکر کو بیان کیا ہے وہ بڑے ہی اہم اور بنیادی منصوبے ہیں۔ تبھی خدائے ذوالعرش نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ میں خود ان کے مقابلہ پر آؤں گا۔ دنیا کی نگاہ میں بڑے مضبوط اور بڑے مؤثر اور بظاہر بڑے کامیاب ہونے والے منصوبے ہوتے ہیں اسی لئے ان کے متعلق خدا تعالیٰ کو یہ کہنا پڑا کہ ٹھیک ہے وہ بڑے مضبوط بھی ہیں بڑے مؤثر بھی ہیں ان کے ساتھ بہت بڑے ذرائع، مال و دولت اور سیاسی اقتدار بھی شامل ہے سب کچھ ہے لیکن میں تمام طاقتوں اور قدرتوں کا مالک خدا ہوں۔ میری طاقت کے مقابلہ میں ہر چیز ہیچ ہے۔ اس لئے فرمایا: وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ان کے مکر، ان کی سازشوں اور ان کے منصوبوں اور ظلم و جفا کے خلاف اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی تاروں کو ہلائے گا اور مخالفانہ منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود کو تمہیداً پیش کرنے کہ وجہ

جیسا کہ میں نے بھی بتایا ہے ہمارے خلاف کچھ منصوبے بن رہے ہیں لیکن قبل اس کے کہ میں ان کا ذکر کروں میں اس سلسلہ میں ایک لمبی تمہید بیان کرنا چاہتا ہوں دوست اسے بھی غور سے، توجہ سے اور تحمل کے ساتھ سنیں۔ اس تمہید میں مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے بہت سے اقتباسات بھی سنانے ہیں۔ آپ نے مختلف موضوعات پر لکھا ہے مثلاً آپ کو حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محبت اور عشق کا جو تعلق تھا اس کا ایک حصہ بھی اس مجلس میں بمشکل بیان کیا جا سکتا ہے اور یہ صرف ایک موضوع ہے اَور بیسیوں موضوعات پر آپ نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے تاہم اس وقت کچھ لمبے اقتباسات اس لئے پیش کئے جائیں گے کہ اس کی ایک وجہ ہے۔ ویسے تو آدمی نے جو مضمون بیان کرنا ہو چند اقتباس لے کر ان پر وہ اپنے مضمون کی بنیاد رکھ دیتا ہے۔ لیکن میں لمبے اقتباسات پڑھنا چاہتا ہوں اور آپ کو وہ سننے چاہئیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے چھوٹے لڑکے مرزا لقمان احمد نے جو اپنی عمر اور علم اور تجربہ کے لحاظ سے ایسے مقام پر نہیں ہے کہ ہم سمجھیں کہ اس نے کچھ سوچا ہو اور وہ خواب میں آگیا ہو۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک جلسہ کا منظر ہے اور اس میں وہ سمجھتا ہے کہ جب میں (خلیفۃ المسیح) تقریر کر چکا ہوں (مجھے اس نے تقریر کرتے نہیں دیکھا خواب کی حالت میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی نہ بھی دیکھے تب بھی اسے پتہ لگتا ہے کہ کیا ہوا ہے) تو اسے ایسا محسوس ہوا گویا کہ میں نے جماعت پر غصہ اتارا ہے کہ تمہیں جو ہدایات دی گئی تھیں تم نے ان پر عمل نہیں کیا اور یہ اچھی بات نہیں ہے۔

خواب کا دوسرا حصہ بڑا اہم ہے اور اس کا تعلق اس علم سے ہے جو بغیر کسی ظاہری علم کے حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس نے خواب ہی میں دیکھا کہ میری تقریر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تقریر کر رہے ہیں جس میں آپ اپنی جماعت سے یہ کہہ رہے ہیں کہ خلیفۂ وقت نے تمہیں جو ہدایات دی تھیں تم نے ان پر کیوں عمل نہیں کیا۔

چنانچہ اس خواب کی رو سے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات پر مشتمل کچھ اقتباسات آپ ہی کی زبان میں اور آپ ہی کے الفاظ میں پڑھ کر سناؤں اور جماعت کو ان ذمہ داریوں کی طرف متوجہ

کروں جو اس وقت غلبہ اسلام کے سلسلہ میں اُس پر عاید ہوتی ہیں۔ اپنے علوم اور معارف کے لحاظ سے ان میں سے ہر ایک اقتباس ایسا ہے کہ اگر میں نے صرف اس میں سے بیان شدہ مضمون ہی کو بیان کرنا ہوتا تو ایک دو گھنٹے اس کے بیان کرنے پر لگ جاتے لیکن میں چاہتا ہوں کہ جتنا ممکن ہو سکے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے الفاظ میں پڑھ کر سنا دوں۔

دوم: تین اہم باتیں جو آخر میں آئیں گی اور جن کے متعلق میں دوستوں سے باتیں کرنا چاہتا ہوں ان کا ایک طویل پس منظر ہے جب تک وہ آپ کے سامنے نہ آجائے حالات حاضرہ کو آپ پوری طرح سمجھ نہیں سکتے اور بحیثیت نمائندہ جماعت اپنی اپنی جماعتوں میں جا کر دوستوں کو صحیح حالات سے آگاہ نہیں کر سکتے اور ان کی قیادت نہیں کر سکتے۔ دراصل شوریٰ کے نمائندے ایک خاص رنگ میں اپنے اپنے حلقوں کے قائد بنتے ہیں۔ وہ یہاں مجلس مشاورت میں باتیں کرتے ہیں باتیں سنتے ہیں مجلس میں مختلف تجاویز پیش ہوتی ہیں جن پر مختلف دوست اپنی اپنی آراء دیتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح بہت سے باتیں ہمارے سامنے آجاتی ہیں اور پھر مجلس کا ماحول یک رنگی اور یک جہتی کی علامت ہوتا ہے ایسا لگتا ہے ایک خاندان بیٹھا ہوا ہے اور وہ آپس میں باتیں کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے متعلق واپس جا کر ساری جماعت کو بتانا اور حالات سے آگاہ کرنا اور ان پر عمل کروانا یہ نمائندگان شوریٰ کا فرض ہے یعنی نمائندگان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مجلس میں جس رنگ میں باتیں کی گئیں اور جو نتائج اخذ کئے گئے اور جو ضروریات سلسلہ کا تعلق ہے یہ ضرورتیں اس کے علاوہ اَور کوئی نہیں کہ اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنے کی ایک عظیم مہم جو حضرت نبی اکرم ﷺ کے ایک پیارے اور محبوب مہدی کے ذریعہ جاری کی گئی ہے اس کو کامیاب کرنے کے لیے انسانی ہاتھ نے جو کچھ کرنا ہے یا انسانی دل اور اس کی طاقتوں نے اللہ کے حضور جو کچھ پیش کرنا ہے اس کے متعلق سوچا اور غور کیا جائے کہ کس رنگ میں عمل پیرا رہنا اور کس شکل میں قربانیاں دینی ہیں تاکہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو کامیاب طریق سے نباہنے والے اور اللہ تعالیٰ کی خیر اور اس کی برکات کو پانے والے بنیں۔

عام انتخابات اور ان کا پس منظر

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تمہید میں مَیں پہلے 1970ء کے عام انتخابات اور ان کے پس منظر کو بیان کر دوں کیونکہ میری آج کی تقریر کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہے۔ 70ء کے شروع میں انتخابات کی مہم جاری ہو گئی تھی پارٹیاں بن رہی تھیں سیاسی باتیں ہو رہی تھیں الیکشن لڑنے کے منصوبے تیار ہو رہے تھے چنانچہ اس وقت جب کہ پاکستان کے افق سیاست پر

کئی چھوٹی بڑی سیاسی پارٹیاں نمودار ہو رہی تھیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے مجھ پر اپنا یہ منشاء ظاہر فرمایا کہ اگر مغربی پاکستان میں کوئی ایک سیاسی جماعت مضبوط اور طاقتور بن کر نہ ابھری تو استحکام پاکستان کو بڑا ہی شدید صدمہ پہنچنے کا خطرہ ہے۔ مَیں تو اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا ہی عاجز بندہ ہوں اللہ تعالیٰ کے مجھ پر ان گنت احسانات ہیں۔ مَیں ان کا کما حقہ شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ یہ بھی اس کا فضل اور احسان تھا کہ اس نے اپنا منشاء مجھ عاجز پر ظاہر فرمایا اور ہماری روح اور دل اور دماغ کو یہ توفیق بخشی کہ ہم اس کے اس منشاء کے مطابق اپنے محبوب وطن کے استحکام کے لئے بامقصد اور ثمر آور کوششیں کریں۔

غرض جب ہمارے ملک میں سیاسیات کا بازار گرم ہوا انتخابی مہم کا شور برپا ہوا سیاسی جوڑ توڑ شروع ہوئے تو اس وقت جو سیاسی پارٹیاں میدان میں آئیں وہ یہ تھیں: مسلم لیگ قیوم گروپ۔ مسلم لیگ کنونشن۔ مسلم لیگ کونسل۔ مرکزی جمیعت العلمائے پاکستان۔ جمیعت العلمائے اسلام۔ جماعت اسلامی۔ پاکستان جمہوری پارٹی۔ پاکستان پیپلز پارٹی۔ نیپ ولی گروپ۔ عوامی لیگ اور کچھ چھوٹی چھوٹی اور بھی سیاسی پارٹیاں تھیں جن کے امیدوار الیکشن میں مار کھا گئے اور ان کی ناکامی کے ساتھ پارٹیاں بھی ختم ہو گئیں۔ پاکستان جمہوری پارٹی بھی اس قبیل میں آتی ہے کیونکہ یہ بھی ایک چھوٹی اور بالکل بے حقیقت پارٹی تھی جس کا کام شور مچانا تھا اور اب بھی ہے۔ ان کو قوم نے کلی طور پر دھتکار دیا ان کا ایک رکن بھی منتخب نہ ہو سکا۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور بھارت کا خفیہ منصوبہ

غرض 70ء کے آخر میں جب انتخابات ہوئے تو افق سیاست پر جو شکل نمودار ہوئی وہ یہ تھی کہ مشرقی پاکستان میں ایک پارٹی مضبوط بن کر ابھری اور مغربی پاکستان میں ایک دوسری پارٹی بڑی بھاری اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوئی۔ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کی کامیابی دراصل ملک دشمن عناصر اور بعض غیر ممالک کی سازشوں کا نتیجہ تھی۔ پاکستان کے دشمنوں نے بھارت سے مل کر یہ منصوبہ بنایا کہ جس طرح بھی ہو پاکستان کے مشرقی حصہ کو کاٹ کر علیحدہ کر دیا جائے۔ یہ ایک بہت گہرا اور خطرناک منصوبہ تھا جسے میرا خیال ہے کہ عام انتخابات سے بھی بہت پہلے تیار کر لیا گیا تھا کیونکہ اس منصوبہ کو کامیاب کرنے کے لئے بھارتی فوج نے جو تیاریاں کیں ان کے بعض حصے ایسے تھے جن کو بروئے کار لانے کے لئے ایک لمبی مدت درکار تھی اور اس کے لئے بڑی تیاری کی ضرورت تھی مثلاً مشرقی پاکستان دریاؤں اور نالوں کی سرزمین ہے وہاں آمدورفت اور نقل و حمل کے لئے دریاؤں کی نسبت ریل اور سڑک بہت کم استعمال ہوتی ہے۔ چنانچہ چند دن کی جنگ میں بھارتی فوج نے

غالبًا 160 پل بنائے۔ اگر بھارت 160 پل بنانے میں کامیاب نہ ہوتا تو آج مشرقی پاکستان کا وہ حال نہ ہوتا جو 71ء کی شکست کے بعد ہوا۔ پس یہ ایک حقیقت ہے کہ مشرقی پاکستان میں بھارتی فوج کی نقل و حرکت بغیر پلوں کے ہو ہی نہیں سکتی تھی اور اتنے بڑے پیمانے پر چند ہفتوں کے اندر سو ڈیڑھ سو پلوں کو تیار کر دینا قبل از وقت اور بہت زبردست تیاری کے بغیر ممکن ہی نہیں تھا۔ پس بھارت نے پل بنائے اور کامیاب بھی ہو گئے لیکن ان پلوں نے یہ چغلی کھائی کہ تم شیخ مجیب الرحمان کی وقتی آواز پر نہیں پہنچے بلکہ تم نے مہینوں شاید سالوں پہلے یہ منصوبہ بنایا اور اس کے لئے زبردست تیاری بھی کی تھی۔ بھارت نے تو اپنے گھناؤنے عزائم کو بروئے کار لانے کے لئے ایک لمبا عرصہ پہلے تیاری کی مگر مسلمان جن کو اپنے وطن عزیز کی بقاء اور سلامتی کے لئے تیاری کرنا چاہیئے تھی انہوں نے نہ صرف حالات حاضرہ کے تقاضوں کو نظر انداز کیا بلکہ قرآن کریم کی اس بے نظیر تعلیم کو بھی فراموش کر دیا:

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً (التوبة:46)

یعنی اگر تم جنگ کے لئے نکلنے کا پختہ ارادہ رکھتے تو اس کے لئے کوئی تیاری بھی کرتے۔ گویا ہر منصوبہ کے لئے تیاری کرنا ضروری ہے ورنہ صرف یہ کہہ دینا کہ ہم یہ کام کرنے کے لئے تو تیار ہیں لیکن ہمیں فلاں مجبوری ہے اور ہمارے راستہ میں فلاں روک ہے دراصل قرونِ اولیٰ کی اسلامی روایات اور قرآنی تعلیم کو نہ سمجھنے کی دلیل ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان اپنی خود حفاظتی کے لئے تیر اور تلوار سے لڑتے تھے۔ دشمن نے جب مسلمانوں کو تلوار کی دھار سے کاٹنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم نے تلوار کا کھیل کھیلنا ہے تو پھر یہ کھیل بھی کھیل کر دیکھ لو لیکن اس حقیقت کو یاد رکھنا کہ تلوار اسی شخص کو کاٹتی ہے جس کے متعلق آسمانوں پر فیصلہ ہوتا ہے کہ وہ تلوار سے ہلاک ہو ورنہ نہیں کاٹتی۔ چنانچہ مسلمانوں کو جب لڑنا پڑا تو انہوں نے نہ صرف خود کو تیار کیا بلکہ اپنے نوجوان بچے اور بچیوں کو بھی تلوار چلانے اور تیر اندازی کی تربیت دی اور بوقت ضرورت انہیں بھی میدان جنگ میں لے آئے۔ چنانچہ ایک موقع پر قیصر روم کے خلاف جنگ میں مسلمان سپہ سالار نے جب یہ کہا کہ قیصر کی فوج ہمیں ڈرانے کے لئے قلعہ بند شہریوں کو بھی مقابل پر لے آئی ہے اس لئے ان کا علاج یہ ہے کہ ان کی آنکھوں کا نشانہ لے کر تیر چلاؤ۔ اپنے سپہ سالار کے اس حکم پر مسلمان تیر اندازوں نے جن میں مسلمان بچیاں بھی شامل تھیں ٹھیک ٹھیک نشانہ پر تیر پھینکے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کا فضل تھا فرشتوں نے تیر پکڑ کر رومیوں کی آنکھوں میں گھسیڑ دیئے۔ اب اسّی یا سو گز کے فاصلے سے آنکھ کا نشانہ لے کر تیر چلانا اور آنکھ میں لگ جانا

بتاتا ہے کہ مسلمانوں کو تیر اندازی کی زبردست تیاری کروائی گئی تھی ورنہ اس کے بغیر تیر صحیح نشانہ پر لگنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ اس موقع پر جب قلعہ کی فصیل پر کھڑے رومیوں پر تیر اندازی کی گئی تو قریباً ایک ہزار آدمی زخمی آنکھوں کے ساتھ الٹے پاؤں بھاگے اور انہوں نے یہ کہتے ہوئے قلعہ میں افراتفری مچادی کہ مسلمانوں نے ہماری آنکھیں نکال دی ہیں۔ پرانے زمانے کی شہری آبادیوں کے لحاظ سے ہزار آدمیوں کی تعداد کوئی معمولی تعداد نہیں ہے۔

مشرقی پاکستان کے دریاؤں کی اہمیت

پس جب خدا تعالیٰ کوئی منصوبہ بناتا ہے تو اس کے ماننے والوں کو اس کے بروئے کار لانے کے لئے پوری تیاری کرنی پڑتی ہے۔ ہم اس حقیقت کو بھول گئے لیکن اسلام کے مخالف نے بڑی لمبی تیاری کی اور وہ اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو گیا۔ اگر بھارتی فوج پل بنانے کے اہلیت نہ رکھتی تو مشرقی پاکستان کا وہ حال نہ ہوتا جو دسمبر 71ء میں ہوا۔ ہمیں یہ بات سوچنی چاہیئے تھی اور یہ بڑی واضح بات تھی کہ بغیر پل بنانے کے دشمن مشرقی پاکستان میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہمیں پہلے سے تیار ہونا چاہیئے تھا کہ ہم ان کو پل نہیں بنانے دیں گے لیکن جب پل بن گئے اور جب ان پلوں پر سے بھارتی فوج، تخریب کار، شرپسند اور غنڈے اپنے سازوسامان کے ساتھ مشرقی پاکستان میں گھس گئے تو پھر کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے پل بنالئے تھے اس لئے وہ کامیاب ہو گئے۔ اصل بات یہ نہیں اصل بات یہ ہے کہ تمہارے دماغ میں پہلے سے یہ بات آنی چاہیئے تھی کہ دشمن پُل بنانے کی کوشش کرے گا اور ہم اسے پُل بنانے نہیں دیں گے۔ یہ اس وقت کی حکومت کی سخت غلطی تھی (اب تو حکومت بدل گئی ہے) انہوں نے ان چیزوں کو نہیں سوچا۔

میں نے بعض افسروں کو بہت پہلے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ ہمارے لئے وہاں کے پانی بڑے اہم ہیں۔ تمہیں ان کی حفاظت کا انتظام کرنا چاہیئے لیکن انہوں نے سمجھا کہ میں تو ایک Lay man یعنی ایک عام آدمی ہوں مجھے ان چیزوں سے کیا واسطہ اور کیا علم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے علم اور تجربہ کے غرور میں ملک کو دو ٹکڑے کروادیا۔

مغربی پاکستان کا سیاسی جائزہ

غرض مشرقی پاکستان میں ایک ایسی پارٹی نے اکثریت حاصل کی جس نے پاکستان کو دو ٹکڑے کروانے میں دشمن کی بھرپور مدد کی لیکن مغربی پاکستان میں صورت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اگر خدانخواستہ یہاں دس پارٹیوں کے ایک جیسے ارکان اسمبلی منتخب ہو جاتے تو گویا مغربی پاکستان سے قومی اسمبلی کے 140 ارکان میں سے 14۔14 ارکان ہر ایک کے حصہ میں آتے یا اگر تھوڑا بہت فرق ہوتا تو کوئی پارٹی پندرہ اور کوئی بیس کی تعداد میں کامیاب ہوتی۔ کسی ایک پارٹی کو واضح اکثریت حاصل نہ ہوتی تو ان حالات میں مغربی پاکستان بھی باقی نہ ہوتا۔ یہ حصہ ملک بھی ختم ہو چکا ہوتا کیونکہ اکثریتی پارٹی کے علاوہ جو پارٹیاں کامیاب ہوئیں (ایک تو بالکل ناکام ہوئی) ان کے منصوبے اور ان کی سوچ جس نہج پر ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ وہ پاکستان کو مضبوط ہونے کی بجائے کمزور دیکھنا چاہتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ پاکستان کو کمزور کرنا چاہتے ہیں یعنی غدار ہیں اور یہ میں اس لئے نہیں کہہ سکتا کہ میرے پاس ایسے ذرائع نہیں کہ میں پوری تحقیق کروں لیکن میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی جو پالیسی ہے اور ان کے جو پلیٹ فارم ہیں وہ پاکستان کو مضبوط و مستحکم کرنے والے نہیں، پاکستان کو کمزور اور بے بس کرنے والے ہیں۔ اس میں جماعت احمدیہ کا سوال نہیں ہر عقلمند اور محب وطن انسان موجودہ حالات میں حکومت کی مخالف پارٹیوں کے طرز عمل سے یہی نتیجہ نکالتا ہے کہ وہ پاکستان کو کمزور کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمیں چونکہ اللہ تعالیٰ نے انصاف کے بلند مقام پر کھڑا کیا ہے اس لئے ہم کسی کے متعلق بغیر تحقیق حتمی طور پر کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے۔ تاہم ایک چیز جسے ہماری فراست کی آنکھ دیکھ رہی ہے اور جس کے کچھ آثار نظر آ رہے ہیں اور جن کے موجودہ سیاسی جماعتوں کے منشور بظاہر کچھ اس قسم کے ہیں کہ وہ پاکستان کو مستحکم کرنے والے نہیں بلکہ کمزور کرنے والے ہیں۔

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالا کہ اگر مغربی پاکستان میں کوئی ایک پارٹی مضبوط بن کر ابھرے گی اور اسمبلیوں میں اکثریت حاصل کرے گی تو مغربی پاکستان کی حکومت مستحکم ہو گی ورنہ اگر ایک پارٹی نے اکثریت حاصل نہ کی تو حکومت مستحکم نہیں ہو گی۔ چنانچہ اس وقت میرے دماغ نے جو سیاسی جائزہ لیا اور جس کو دہرا کر میں آج آپ کو بھی اس سوچ میں شامل کرنا چاہتا ہوں وہ یہ تھا کہ مسلم لیگ تو تھی لیکن یہ تین مختلف اور مخالف دھڑوں میں بٹ چکی تھی۔ ایک مسلم لیگ قیوم گروپ دوسرا کنونشن گروپ اور تیسرا کونسل لیگ پر مشتمل تھا۔ یہ گویا مسلم لیگ کی تین شاخیں تھیں جو ایک دوسرے سے آزاد سیاسی پارٹیوں کی شکل میں میدان انتخاب میں آئیں۔

جہاں تک مسلم لیگ قیوم گروپ کا تعلق ہے یہ گروپ اس وقت بہت کمزور تھا گو اس کے سربراہ خاں عبد القیوم خاں بڑے مخلص اور محب وطن رہنما ہیں لیکن ان کی پارٹی کی جو بالائی مجلس منتظمہ تھی بالفاظ دیگر اس کا جو سر تھا اس میں کما حقہ شعور نہیں تھا۔ ان میں یک رنگی نہیں تھی یہاں تک کہ سرحد کے ایک حلقہ انتخاب کے متعلق قیوم لیگ کے بعض آدمی مجھے ملنے آئے اور بتایا کہ پارٹی میں دھڑے بندیوں کی وجہ سے لوگ آپس میں لڑ رہے ہیں اور فلاں شخص جو قیوم لیگ کا نہیں اس کو دونوں دھڑے جتا رہے ہیں کیونکہ ان میں باہم اتنی دشمنی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے کے لئے تیار نہیں گویا اپنے مخالف کو جتانے والے خود قیوم لیگ کے آدمی تھے۔ میں نے جب یہ باتیں سنیں تو مجھے بڑا دکھ اور پریشانی ہوئی۔ چنانچہ میں نے اپنا ایک آدمی خاص طور پر خاں عبد القیوم خاں صاحب کے پاس بھیجا اور ان سے کہا کہ یہ حالات ہیں آپ اپنے آدمیوں کو سمجھائیں اور حالات کو سنبھالیں مگر وہ بھی اس طرف کوئی توجہ نہ دے سکے۔ چنانچہ اس نشست پر مخالف امیدوار کامیاب ہو گیا۔ غرض قیوم لیگ کی مجموعی قیادت بڑی کمزور تھی میں اس سلسلہ میں بخوف طوالت زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ یہ بات واضح ہے کہ ان کی مجموعی قیادت کی کمزوری کی وجہ سے ہر سمجھ دار آدمی کے لئے اس نتیجہ پر پہنچنا مشکل نہیں تھا کہ قیوم لیگ میں بہر حال یہ ہمت نہیں کہ وہ پاکستان کی مضبوطی اور استحکام کا باعث بنے۔

مسلم لیگ دولتانہ گروپ کی سیاسی قلابازیاں

مسلم لیگ کی دوسرے دو شاخیں کنونشن مسلم لیگ اور کونسل مسلم لیگ پر مشتمل تھیں۔ پہلے مَیں کونسل مسلم لیگ کو لیتا ہوں کونسل مسلم لیگ کے بعض ایسے آدمی تھے جو ہمارے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے عام حالات میں ان کے حلقے کی جماعتیں شاید یہ فیصلہ کرتیں کہ ان کے ساتھ تعلقات کی وجہ سے ان کو ووٹ دیئے جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے قوم پر فضل کرنا تھا دولتانہ صاحب نے وہاڑی کے حلقہ انتخاب میں اپنے کارکنان کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کوئی قادیانی ہماری جماعت (کونسل مسلم لیگ) کا ممبر بھی نہیں بن سکتا۔

میں سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے ان کے منہ سے یہ ناسمجھی کی بات کہلوائی تھی چنانچہ جب انہوں نے یہ کہا تو ان کے سامنے اس وقت بعض احمدی دوست بھی بیٹھے ہوئے تھے جن کو وہ جانتے تھے اور ان میں سے ایک دوست ان کی تقریر ریکارڈ بھی کر رہا تھا (بعد میں دولتانہ صاحب نے اپنی تقریر کے اس حصہ سے انکار کر دیا تھا حالانکہ تقریر کا ریکارڈ

موجود تھا) چنانچہ ہمارے ایک احمدی دوست کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔ دولتانہ صاحب! آپ کیا بات کر رہے ہیں ہم سالہا سال سے مسلم لیگ کے کارکن کی حیثیت سے اس سیاسی جماعت میں فعال کردار ادا کر رہے ہیں اور آپ کو پتہ ہے کہ ہم احمدی ہیں اس کے باوجود آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ کوئی احمدی آپ کی پارٹی کا رکن نہیں بن سکتا۔ اس پر وہ گھبرائے اور اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے ٹالنے لگے مگر چونکہ ان کی تقریر ریکارڈ ہو گئی تھی وہ دوست بڑے غصہ میں میرے پاس آئے اور کہنے لگے یہ دولتانہ صاحب کی تقریر کا ریکارڈ ہے آپ اسے سن لیں اور ہمیں ہدایت دیں کہ ہم کیا راہ عمل اختیار کریں۔ چنانچہ تقریر کے ریکارڈ کا ایک حصہ میں نے بھی سنا اور ان کو کہا کہ آپ کچھ دیر انتظار کریں۔ دولتانہ صاحب نے یہ بڑی بے ہودہ بات کی ہے انہیں اس کی سزا ضرور ملے گی۔ ابھی انہیں کچھ نہ کہو کونسل مسلم لیگ کا کام کرتے رہو پھر جب انتخابات میں ایک مہینہ باقی رہ گیا تو میں نے اپنے دوستوں کو بلایا اور ان سے کہا یہ بات ایسی ہے جس کا تمہارے غیر از جماعت دوستوں پر بھی رد عمل ہوا ہوگا وہ کہنے لگے کارکنوں میں سے بہت سے غیر از جماعت دوست بھی اس بات پر بڑے برہم ہیں۔ میں نے کہا تو پھر سارے کارکنوں کو اکٹھا کرو اور کہو کہ دولتانہ صاحب کی اس تقریر کے بعد کیا ہماری غیرت اس بات کی اجازت دے گی کہ ہم کونسل مسلم لیگ میں رہیں اگر غیر از جماعت دوستوں کا رویہ تمہارے حق میں ہے تو پھر ان کو بھی ساتھ ملا کر اکٹھے نکلنا چاہیئے۔ میں نے ان کو یہ بھی کہا کہ احمدیوں کو انصاف اور عزت اور شرف کا بہت بلند مقام عطا ہوا ہے اس مقام کو بھی نہیں چھوڑنا۔ اس لئے پہلے آپ دولتانہ صاحب کو ایک نوٹس دیں اور اس پر خود بھی اور اپنے غیر از جماعت دوستوں سے بھی دستخط کروائیں اور ان سے یہ مطالبہ کریں کہ سات دن کے اندر اندر اخبارات میں تردید کریں اور کہیں کہ میں نے اپنی تقریروں میں غلط بات کہی تھی۔ احمدی بھی کونسل مسلم لیگ کے ممبر بن سکتے ہیں ورنہ ہم احمدی بشمول غیر از جماعت دوستوں کے کونسل لیگ کو چھوڑ دیں گے۔ میں نے کہا نوٹس سات دن کا دیں اور انتظار دس دن تک کریں۔ تھوڑا سا وقفہ اس لئے ضروری ہے کہ ممکن ہے اگر وہ اعلان کرنا چاہیں تو ڈاک کے ذریعہ خط دیر سے ملے یا اخبارات والے اطلاع دیر سے شائع کریں اس لئے تین دن کا وقفہ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ انہوں نے دس دن تک انتظار کیا اور اس کے بعد کونسل مسلم لیگ کو چھوڑ دیا۔

انہی دنوں سیالکوٹ کے ایک اور کونسل لیگی رہنما نے مجھے کہلا بھیجا کہ میرا آپ سے پرانا تعلق ہے اس لئے احمدیوں سے کہیں کہ وہ مجھے ووٹ دیں۔ میں نے اس کو جواباً کہلا بھیجا کہ میں تمہارے حلقے میں وہ بے غیرت احمدی کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں جو تمہارے لیڈر کے اس بیان کے بعد تمہیں ووٹ دیں۔

مَیں تبدیلی آب و ہوا کے لئے جن دنوں ایبٹ آباد میں مقیم تھا ان دنوں ان کا ایک اَور بہت بڑا لیڈر ایبٹ آباد میں مجھے ملنے کے لئے آیا۔ میں نے اس کو سارے حالات بتائے اور اس سے کہا کہ یہ ٹھیک ہے تمہارے ساتھ ہمارے دیرینہ تعلقات ہیں تم بھی اس تعلق کا پاس کرتے ہو مجھے اس سے انکار نہیں لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے حلقہ میں وہ بے غیرت احمدی میں کہاں سے ڈھونڈوں جو دولتانہ صاحب کے اس بیان کے بعد تمہیں ووٹ دیں گے۔ وہ کہنے لگا کہ میں جا کر اس سے تردید کرواتا ہوں۔ میں نے کہا تم ان سے یہ اعلان کرواؤ اس کے بعد ہمارے نزدیک جو اچھے امیدوار ہیں ہم تمہیں بھی ان میں شامل کر لیں گے اور پھر تمہارے حلقے کے احمدی فیصلہ کریں گے تاہم پہلے سے ان کا یہ فیصلہ نہیں ہوگا کہ تمہیں ووٹ نہیں دینا اور نہ میں کہتا ہوں کہ تمہیں ضرور ووٹ دینا ہے کیونکہ فیصلہ بہر حال انہوں نے (مقامی جماعت نے) خود کرنا ہے یہ ان کا حق ہے وہ جس امیدوار کے حق میں اپنے حق رائے دہی کو استعمال کرنا چاہیں گے آزادانہ کریں گے لیکن وہ اس بات پر غور ضرور کریں گے کہ تمہیں ووٹ دینے چاہئیں یا نہیں وہ کہنے لگے کہ میں چھ دن کے اندر اندر فلاں تاریخ تک دولتانہ صاحب سے اعلان کروا دوں گا مگر وہ اعلان یہ تھا کہ میں کونسل مسلم لیگ کی صدارت کو چھوڑ رہا ہوں گویا الٹا اپنی پارٹی پر دباؤ ڈالا اور ان سے خوشامدیں کروا کے پھر کرسی صدارت پر آ بیٹھے۔ معلوم ہوتا تھا ان پر دباؤ ضرور پڑا لیکن وہ چونکہ ضدی طبیعت کے مالک ہیں اس لئے انہوں نے اپنی پارٹی کے رہنماؤں کے مشوروں کو مختلف حیلوں بہانوں سے ٹال دیا۔ وہ میرے بھی دوست رہے ہیں اس لئے جتنا میں انکو جانتا ہوں اتنا شاید ہی کوئی اور جانتا ہو۔ ہم بچپن کی عمر سے دوست رہے ہیں انہوں نے دوستی کا تعلق توڑ دیا لیکن ہم نے تو نہیں توڑا۔ ان کے لئے دوستانہ، خیر خواہی کا جذبہ آج بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح پہلے تھا۔ اگر وہ ناراض ہیں اور ہماری خیر خواہی نہیں چاہتے تو نہ سہی کسی سے زبردستی تو خیر خواہی نہیں کی جاسکتی اور نہ اس کے مطلب کے کام کئے جاسکتے ہیں۔

علماء کی سیاسی جماعتوں کے خطرناک عزائم

پس کونسل مسلم لیگ کو بھی ان کے لیڈر کے اس اعلان کے بعد جماعت بہر حال ووٹ نہیں دے سکتی تھی۔ رہی کنونشن مسلم لیگ تو انہوں نے بھی کچھ اسی قسم کی گومگو کی پالیسی اختیار کر رکھی تھی۔ اس لئے جماعت نے ان کو بھی چھوڑ دیا۔ باقی کچھ علماء کی سیاسی جماعتیں تھیں مثلاً ایک جماعت اسلامی تھی۔ اکثر احمدی دوستوں کو شاید یہ علم نہیں کہ یہ جماعت

احمدیوں کے خلاف انتہائی شدید بغض رکھتی ہے یہاں تک کہ اگر ان کو موقع ملے تو ہماری بوٹیاں نوچنے سے بھی دریغ نہ کریں مگر اس کے باوجود انہوں نے الیکشن کے دنوں میں اپنی جماعت کو یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ احمدیوں کے ساتھ پیار سے باتیں کریں ان کو ناراض نہ کریں کیونکہ اگر یہ ہمارے پیچھے پڑ گئے تو ہمیں بہت تنگ کریں گے لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے ان کو احمدیوں سے شدید بغض اور عناد ہے اس لئے خود تو ہمارے خلاف پوشیدہ سازشوں میں مصروف رہے لیکن دوسری جماعتوں کو جو تھیں تو مذہبی لیکن بظاہر سیاسی لیبل لگا کر میدان انتخاب میں اتریں تھیں یعنی جمعیت علمائے پاکستان اور جمعیت علمائے اسلام، ان کو اکسا کر لوگوں نے ہماری مخالفت میں لگا دیا وہ ہمارے خلاف اعلانیہ بڑے بلند بانگ دعویٰ کرتے نہ تھکتے تھے اور کہتے تھے ہم احمدیوں کو مٹا دیں گے۔ پھر آخر میں جب جماعت اسلامی نے دیکھا کہ ان کی ریاکارانہ پالیسی نے جماعت احمدیہ پر کچھ اثر نہیں کیا تو وہ بھی کھلم کھلا ہماری مخالفت پر اُتر آئے۔ اب آپ میں سے ہر دوست سمجھ سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ نے ان مخالف اور معاند پارٹیوں کو تو ووٹ نہیں دینے تھے۔

جہاں تک پاکستان جمہوری پارٹی کا تعلق ہے ان کے بعض لیڈر مودودی صاحب کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ دوسرے شہروں میں بھی مثلاً لائلپور اور بعض دوسری جگہوں پر لوگ چھوٹی چھوٹی پارٹیاں بنا لیتے ہیں اور ان کے مختلف نام رکھ لیتے ہیں لیکن وہ ہوتی جماعت اسلامی کی ہیں۔ وہی ان کی مالی امداد کرتے ہیں لیکن نام مختلف ہوتا ہے اسی طرح انہوں نے جمہوری پارٹی بھی بنائی ہوئی ہے لیکن اسے تو قوم نے بالکل دھتکار دیا ہے۔ ان کا ایک آدمی بھی منتخب نہ ہو سکا۔ اس کے باوجود اب وہ اپنے جلسوں میں پیپلز پارٹی کو کہہ رہے ہیں کہ وہ پیپلز پارٹی کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ حالانکہ یہ ایک نمائندہ بھی منتخب نہیں کروا سکتے تھے۔ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد میں ان کو جو ووٹ ملے ہیں وہ مجموعی ووٹوں کا شاید ایک فیصد بھی نہیں ہے۔ غرض یہ لوگ قوم کے دھتکارے ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ زبان جو قوم کی دھتکاری ہوئی ہے قوم اس کو بھی لگام نہیں دے سکتی۔ اب تو زمانہ ہی کچھ ایسا آگیا ہے کہ لوگ کہتے ہیں بولو تو وہ بولتے ہیں ہم بھی کہتے ہیں تم بولو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

غرض اُس وقت کسی ایک پارٹی کو کامیاب بنانے کا الٰہی منشاء معلوم ہوتا تھا اس لئے کسی ایک پارٹی کو مستحکم بنانا تھا اور وہ مسلم لیگ قیوم گروپ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس کی لیڈر شپ مضبوط نہیں تھی۔ کنونشن اور کونسل مسلم لیگ بھی نہیں ہو سکتی تھیں کیونکہ اگر یہ مذہبی جماعتیں تو نہیں تھیں، خالص سیاسی جماعتیں تھیں لیکن انہوں نے کچھ ایسا رویہ اختیار کیا کہ احمدی

ووٹر اپنے اپنے حلقہ انتخاب میں ان کے حق میں ووٹ دینے کا فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ باقی رہ گئیں جماعت اسلامی، جمعیت علمائے پاکستان اور جمعیت علمائے اسلام یہ ویسے ہی اعلانیہ کہتے تھے کہ جب بھی ہمیں تلوار ملے گی ہم احمدیوں کو قتل کر دیں گے حالانکہ نہ تلوار پکڑنی آتی ہے اور نہ چلانی آتی ہے۔ لیکن احمدیوں کو قتل کرنے کی خواہش رکھتے تھے تاہم کسی کے کسی خواہش رکھنے پر تو کوئی پابندی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ نیپ ولی گروپ تھا اس کے متعلق ہمیں علم تھا کہ وہ پاکستان کو اس معنی میں مستحکم بنانے اور رکھنے کا پروگرام نہیں رکھتے جس معنی میں جماعت احمدیہ پاکستان کا استحکام مراد لیتی ہے حالانکہ جماعت احمدیہ سیاسی جماعت نہیں ہے ایک خالص مذہبی جماعت ہے اور انتہائی طور پر محب وطن ہے۔ اس لئے ہم نیپ کو بھی ووٹ نہیں دے سکتے تھے لیکن چونکہ سیاسی باتوں میں سختی تو نہیں کی جاسکتی۔ ہمارے بعض صاحب اثر ورسوخ احمدیوں نے نیپ کے بعض لیڈروں کو بھی ووٹ دیئے۔ ہم نے ان کو سمجھایا لیکن جب وہ نہیں سمجھے تو ان پر کوئی گرفت نہیں کی۔ بہر حال بحیثیت جماعت ہم نے نیپ کو ووٹ نہیں دیئے۔ عوامی لیگ اول تو مغربی پاکستان میں برائے نام تھی ان کے متعلق جو حالات میں بتا چکا ہوں ان کی رو سے ان کو بھی ووٹ نہیں دیئے جاسکتے تھے۔ صرف ایک پارٹی رہ جاتی تھی جسے ووٹ دیئے جاسکتے تھے اور وہ پاکستان پیپلز پارٹی تھی۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا تجزیہ

قبل اس کے کہ میں یہ بتاؤں کہ ہم نے پیپلز پارٹی کو ووٹ کیوں دیئے پہلے اس پارٹی کا تجزیہ کرنا مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے۔ 70ء میں اس پارٹی کی یہ حالت تھی کہ بحیثیت پارٹی کامیاب ہونے کے لئے نہ اسے پورا علم حاصل تھا اور نہ کوئی تجربہ۔ علاوہ ازیں نئی نئی پارٹی ہونے کی وجہ سے عوام میں غیر مقبول تھی اس کی اپنی کوئی روایات بھی نہیں تھیں حالانکہ ہر سیاسی پارٹی کی کچھ روایات ہوتی ہیں جو اس کی کامیابی میں ممد و معاون بنتی ہیں مثلاً بھارت کی کانگرس پارٹی ہے گو ہمارے ساتھ ان کے بڑے اختلافات ہیں میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ بھارت میں کانگرس جتنی دشمن اسلام اور کوئی جماعت نہیں ہے وہاں اس وقت جتنی پارٹیاں دشمن اسلام کہلاتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ خطرناک خود کانگرس ہے۔ وہ ”میسنے“ دشمن ہیں۔ اندھیرے میں ڈنگ مارنے والے ہیں جو دشمن سامنے آکر نقصان پہنچانا چاہتا ہو اس کا وار اتنا شدید اور خطرناک نہیں ہوتا جتنا چھپ کر حملہ کرنے والے کا ہوتا ہے تاہم ان کی مخالفت اپنی جگہ پر ہے لیکن بحیثیت سیاسی جماعت ان کی روایات قائم ہیں

کوئی ربع صدی یا اس سے بھی زیادہ عرصہ تک انہوں نے قربانیاں دیں۔ سالہا سال تک انگریزوں کا ظلم برداشت کیا جیلوں میں گئے اور کئی تکلیفیں اٹھائیں۔ چنانچہ مختلف مشکلات اور مصائب میں سے گزرنے کی وجہ سے ان کے اندر یک جہتی مضبوطی اور استحکام پیدا ہو گیا۔ انہوں نے ایک لمبا عرصہ اپنے منشور پر غور کیا۔ منصوبے بنائے کہ جب کبھی بر سر اقتدار آئیں گے تو اقتصادیات کے متعلق ان کے یہ پروگرام ہوں گے۔ دفاع کے لحاظ سے ان کا یہ منصوبہ ہو گا، بین الاقوامی تعلقات میں وہ ان ان اصولوں پر کام کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ گویا سارے بنیادی اور اہم امور کے متعلق ان کے باقاعدہ منصوبے تیار ہوتے تھے لیکن پاکستان پیپلز پارٹی ایک ایسی پارٹی تھی جو نئی نئی سیاسی جماعت بن کر ابھری تھی۔ نہ اس کی کوئی روایات تھیں اور نہ اس کے پیچھے کوئی پختہ سوچ و فکر کار فرما تھی اور نہ اسے کوئی پختہ تجربات حاصل تھے۔ بس ایک خواہش تھی جو Inflate ہو گئی۔ پیپلز پارٹی کے بعض کارندے اب ہمیں کہتے ہیں تم تو ایک چھوٹی سی دھتکاری ہوئی جماعت ہو تم نے ہماری کیا مدد کی۔ ہم نے ان کی مدد کی یا نہیں کی اس کا جواب تو خود واقعات سے مل سکتا ہے اور اس میں ہماری کسی ذاتی خوبی یا طاقت کا دخل نہیں ہے کیونکہ ہم اپنے آپ کو عاجز اور تہی دست سمجھتے ہیں۔ ہماری طاقت تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت ہے وہ اگر ہمیں قوت اور طاقت بخشے تو ہم قوی اور طاقتور ہیں وہ اگر ہمیں امین ہونے کی طاقت بخشے تو ہم امین ہیں اگر وہ ہمیں چھوڑ دے تو ہم واقعی ایک دھتکارا ہوا وجود ہیں جس کی دنیا میں نہ کوئی عزت ہوتی ہے اور نہ کوئی مقام۔ اس لئے ہم ایسے لوگوں کو قابل معافی سمجھتے ہیں کیونکہ ہماری قوت اور امانت کا جو سرچشمہ ہے اس سے وہ غافل ہیں وہ خدائے قادر و توانا کی ذات و صفات کو جانتے ہی نہیں۔ اس قسم کی باتیں چند لوگ کرتے ہیں ورنہ اس پارٹی میں سمجھدار لوگوں کی اکثریت ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ نے الیکشن میں پارٹی کی بڑی مدد کی ہے اور اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ جماعت احمدیہ کو اقتدار کی کوئی ہوس تھی۔ میں نے اپنے حالیہ خطبہ جمعہ میں جماعت کو یہی سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ ہمیں اقتدار سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا ہی سب کچھ ہے۔ اسی میں دین و دنیا کی سب بھلائی آجاتی ہے۔

پیپلز پارٹی کو ووٹ دینا استحکام پاکستان کے لئے ضروری تھا

غرض جیسا کہ آج کل بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں اور ان کو سن کر ہمارے چہرے پر مسکراہٹ آجاتی ہے ہم نے اپنے اقتدار کے لئے پیپلز پارٹی کو ووٹ نہیں دیئے تھے بلکہ اس وجہ سے ووٹ دیئے تھے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ سمجھ عطا

فرمائی تھی کہ ہم کسی ایک پارٹی کو مضبوط کریں ورنہ پاکستان مستحکم نہیں رہے گا۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے جماعت احمدیہ کی عقل و فراست کا ایک بڑا حصہ پیپلز پارٹی کی انتخابی مہم میں کام آیا (میں اس کی تفصیل آگے چل کر بیان کروں گا) اس کے باوجود ہمارا ان کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں تھا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فراست عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں دانشمندانہ کوششوں کی توفیق بخشی ہے اس نے خود اپنے فضل سے ہماری کوششوں کے بہترین نتائج نکالے ہم اپنی طرف تو کسی چیز کو منسوب کرتے ہی نہیں یہ تو خدا تعالیٰ کا ایک منشاء تھا جو پورا ہوا۔ مغربی پاکستان اس جماعت احمدیہ کا مرکز ہے جسے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے پاکستان کے لئے تعویذ قرار دیا ہے اور اعلان فرمایا ہے کہ ہم تمہارے لئے بطور تعویذ کے ہیں اللہ تعالیٰ نے گویا ہمارے پیارے پاکستان کے اس حصہ کو بچانے کے لئے اور یہاں حکومت کو استحکام بخشنے کے لئے عاجز بندوں سے کام لیا۔ چنانچہ پیپلز پارٹی انتخابات میں ایک مضبوط سیاسی جماعت کی شکل میں ابھری۔ سارے مغربی پاکستان میں قومی اسمبلی کی 84 نشستیں حاصل کر کے سب سے بڑی پارٹی بن گئی۔ اس کے مقابلہ میں دوسری پارٹیوں کا یہ حال تھا کہ مسلم لیگ قیوم گروپ نے سارے مغربی پاکستان میں 9 نشستیں لیں (اب میں بار بار مغربی پاکستان کا لفظ نہیں بولوں گا صرف نشستیں بتاؤں گا) کنونشن نے 2، کونسل لیگ نے 7، جمیعت علمائے پاکستان نے 7، جمیعت علمائے اسلام نے 7، جماعت اسلامی نے جو کہ انتخابات سے ایک روز پہلے بقول حضرت ابو الاعلیٰ مودودی صاحب الیکشن Sweep کر رہے تھے یعنی غالب اکثریت سے انتخاب جیتنے کے خواب دیکھ رہے تھے صرف 3 نشستیں، نیپ نے 6 اور آزاد ممبروں نے 13 نشستیں حاصل کیں۔ آزاد ممبر بحیثیت مجموعی پاکستان پیپلز پارٹی کے بعد سب سے بڑی پارٹی بن گئے۔ غرض اس پارٹی کی کامیابی سے گویا پاکستان کے استحکام کے سامان پیدا ہوئے بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کا منشاء پیپلز پارٹی کی کامیابی کی صورت میں ظاہر ہوا۔

پیپلز پارٹی کو کثرت دلانا ملکی مفاد کے عین مطابق تھا

اب میں پاکستان پیپلز پارٹی کا اُس حیثیت سے تجزیہ کرتا ہوں جو قوم نے اسے الیکشن میں دی۔ انتخابات سے پہلے پارٹی کے بعض لوگوں نے ہم سے مشورے لئے۔ یہ ان کی مہربانی ہے۔ ہمیں تو سیاسی پارٹیوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ہمیں تو اس قسم کی باتوں میں پڑنے سے اپنے وقت کے ضائع ہونے کا خیال تھا لیکن چونکہ ہمیں خدا تعالیٰ کا یہ منشاء معلوم ہوا تھا کہ کسی ایک پارٹی کو مستحکم بنایا جائے چنانچہ جب ہم نے اپنی عقل خداداد سے پاکستان کی سیاست کا جائزہ لیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس

وقت پاکستان پیپلز پارٹی ہی ایک ایسی پارٹی ہے جسے کثرت کے ساتھ ووٹ دینا ملکی مفاد کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ پارٹی کے اکثر ارکان ہم سے مشورہ لیتے تھے۔ انہوں نے ہم سے بہت مشورے لئے، نقاب اوڑھ کر لئے ہیں لیکن لئے ضرور ہیں جس کا کم از کم اب نقاب اوڑھ کر انکار نہیں کر سکتے یعنی ڈرتے بھی تھے اور سمجھتے بھی تھے کہ ان کے بغیر ہمارا کوئی چارہ کار بھی نہیں ہے۔ کئی حلقوں میں کئی نشستوں کے لئے ان کے ایسے امیدوار بھی تھے جن کے متعلق وہ خود یہ غور کر رہے تھے کہ آیا ان میں کوئی کام کا آدمی بھی ہے یا نہیں۔ ہم نے ایسے لوگوں کے متعلق جو بھی مشورہ دیا وہ اس اصول کے مطابق تھا کہ یہ ایک قومی امانت ہے اسے اس آدمی کے سپرد کرنا چاہیئے جو اس کا اہل ہو۔ گویا ہم صحیح مشورہ دے دیتے تھے، ہمیں کسے کے حق میں اور نہ کسی کے خلاف کوئی تعصب ہے۔ چنانچہ ایسے موقع پر وہ بڑے آرام سے جواب دیتے تھے کہ انہیں اچھے آدمی نہیں مل رہے جو پارٹی کا ٹکٹ قبول کر لیں۔ اس حالت میں پیپلز پارٹی نے انتخاب لڑا ہے۔ اسے قومی اسمبلی میں غالب اکثریت حاصل ہوئی تاہم منتخب شدہ ارکان کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جنہوں نے محض پیپلز پارٹی میں شامل ہو کر انتخاب جیتا ورنہ ان کے منتخب ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ وہ اس پارٹی میں شامل ہو کر جیتے جس کے جتانے میں جیسا کہ میں آگے چل کر بتاؤں گا جماعت احمدیہ کی کوششوں کا بڑا دخل تھا۔ پارٹی کے منتخب ممبروں میں آگے کئی قسم کے لوگ ہیں جنہیں تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پیپلز پارٹی کے منتخت اراکین کے تین گروپ

پہلی قسم ان لوگوں کی ہے کہ جب سے انہوں نے ہوش سنبھالا وہ جماعت احمدیہ کے دشمن چلے آ رہے ہیں اور اب جب کہ وہ اسمبلیوں کے ممبر اور حق و انصاف کے امین ہیں ہنوز ہمارے بڑے سخت مخالف اور معاند ہیں۔ بایں ہمہ پاکستان کو مستحکم بنانے کے لئے جماعت احمدیہ کے ان افراد نے جو ان کے حلقہ انتخاب میں رہتے تھے یہ قربانی دی اور یہ ایک بہت بڑی قربانی تھی کہ پیپلز پارٹی کے نام اور استحکام پاکستان کی غرض سے ان لوگوں کو بھی ووٹ دیئے گئے جن کے متعلق یہ پتہ تھا کہ وہ جماعت کے نہایت مخالف اور معاند ہیں۔ خالی ووٹ ہی نہیں دیئے انہیں اس روح اور اس جذبہ اور اس خلوص کے ساتھ ووٹ دیئے کہ وقتی طور پر وہ اپنے سارے غصے اور دشمنیاں بھول گئے یہاں تک کہ الیکشن کے دنوں میں ایسے بڑے بڑے معاندین کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے اور وہ کہتے تھے ہم نے دنیا میں ایسی قوم آج دیکھی ہے جو بے لوث خدمت کرنے

والی ہے ان کو جماعت سے دراصل پہلی دفعہ واسطہ پڑا تھا ورنہ دنیا احمدیت کے حسن سلوک کے نظارے تو 80 سال سے دیکھ رہی ہے۔

غرض وہ لوگ جو فطرۃً اور عادتاً ساری زندگی احمدیت کی اشد مخالفت کرتے چلے آرہے تھے پیپلز پارٹی نے جب ان کو ٹکٹ دیا تو جماعت احمدیہ کے افراد نے ان کے حلقۂ انتخاب میں استحکام پاکستان کے نام پر یہ قربانی دی اور جانتے بوجھتے ہوئے یہ قربانی دی کہ وہ جماعت احمدیہ کے اشد مخالف ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف نہایت خبیثانہ قسم کی کتابیں لکھی ہیں۔ وہ کتابیں کیا ہیں افتراء اور کذب کے پلندے ہیں۔ غرض ہم نے ایسے لوگوں کے حق میں بھی ووٹ دیئے اور ان کو کامیاب کرایا۔

پیپلز پارٹی کا دوسرا گروپ ایسے افراد پر مشتمل ہے جن کے اندر کسی قسم کا مذہبی تعصب نہیں۔ وہ انتخاب سے پہلے بھی ہمارے دوست تھے اور اب بھی ہیں۔ تاہم یہ دوستی اس قسم کی دوستی ہے جو دنیا میں دنیا کی خاطر پیدا ہوتی ہے۔ یہ اس قسم کی دوستی نہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تو تمہارے لئے عزت اور شرف کا سامان آسمانوں سے نازل کیا تھا اور تم اس سے بے اعتنائی برت رہے ہو۔ میں اس دوستی کی بات نہیں کر رہا۔ میں ان دوستیوں کی بات کر رہا ہوں جو اس دنیا میں قائم ہوتی ہیں اور یہ اسی قسم کی دوستیاں ہین جن کے متعلق خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بڑی تحقیق کے بعد اور سوچ سمجھ کر دوستی قائم کیا کرو لیکن جب ایک دفعہ کسی کو اپنا دوست بنالو تو تم نے وہ دوستی نہیں توڑنی وہ دوستی کو توڑ دے تو توڑ دے۔ میں تو غیروں سے حتیٰ کہ معاندین سلسلہ سے بھی کہا کرتا ہوں کہ اگرچہ تم اس شخص کو نہیں مانتے جو مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے مہدی ہونے میں کامل یقین رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنے کے لئے مبعوث ہوا ہوں وہ شخص ہاں! ہاں! وہی مہدی معہود دوستی کے سلسلہ میں یہ کہتا ہے کہ ہمارا تو یہ حال ہے کہ اگر ہمارا کوئی دوست شراب کے نشے میں ایک گندی نالی میں بے ہوش پڑا ہو تو ہم اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر اپنے گھر لے جائیں گے اور یہ نہیں سوچیں گے کہ دنیا کیا کہتی ہے۔ (سیرت المہدی جلد 2 صفحہ 93)۔ دوستی کے متعلق مہدی معہودؑ کا یہ قول ہے۔ اب یہ دوستی دلی دوستی تو نہیں، دنیوی دوستی ہی ہو سکتی ہے کیونکہ دلی دوستی شراب کے نشے میں مست گندی نالی میں پڑے ہوئے آدمی سے کیسے ہو سکتی ہے۔

پس میں دنیوی دوستیوں کے متعلق بات کر رہا ہوں اس لحاظ سے ہمارے ساتھ بعض لوگ بڑا تعلق رکھنے والے تھے ان کو جب پیپلز پارٹی نے ٹکٹ دیا تو ان کے حلقہ ہائے انتخاب کے احمدی دوستوں نے ان کے حق میں ووٹ دینے کا فیصلہ کیا خدا کے فضل سے اکثر ان میں سے کامیاب بھی ہو گئے۔ وہ پہلے بھی ہمارے اچھے دوست تھے اور اب بھی اچھے دوست ہیں۔ میں یہ تفصیل اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ بہت سے احمدی دوستوں کو چونکہ پتہ نہیں ہوتا اس لئے اگر پیپلز پارٹی کا کوئی ایک رکن ہمارے خلاف نعرہ لگا دے اور کہے ”احمدیت مردہ باد“ تو وہ کہہ دیتے ہیں۔ ”پیپلز پارٹی مردہ باد“ ہم اس قسم کی جوابی کاروائی اس لئے بھی نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں انصاف، عزت اور شرف کے مقام پر کھڑا کیا ہے۔ جماعت کسی پارٹی کے ساتھ بے انصافی نہیں کرے گی۔ ہمیں دعا سکھائی گئی ہے۔ میں نے پرسوں خطبہ جمعہ میں مختصراً بتایا تھا کہ دعا سکھائی ہی اس لئے جاتی ہے کہ اگر انسان بشاشت کے ساتھ شرائط دعا پوری کرے اور خلوص نیت کے ساتھ دعا کرے تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے چنانچہ ہمیں یہ دعا سکھائی گئی ہے۔ رَبِّ اَرِنِیْ حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کہ اے خدا! ہمیں حقائق اشیاء کا علم عطا فرما۔ یہ دعا ہماری زندگی کی منصوبہ بندی میں ایک بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ حقیقت اشیاء کے متعلق ہم نے سوچنا ہے۔ اسی حقیقت کے مطابق ہم نے تدابیر اختیار کرنی ہیں گویا حقیقت اشیاء کے طور پر پیپلز پارٹی بھی ایک شئی ہے اس لئے اس کی اصل حقیقت کا جماعت احمدیہ کو پتہ لگنا چاہیئے اور اسی کے مطابق عمل ہونا چاہیئے۔ پس جیسا کہ میں بتا چکا ہوں پیپلز پارٹی میں ایک بڑا گروہ ان لوگوں کا ہے جو پارٹی میں شامل ہونے سے پہلے بھی ہمارے دوست تھے شامل ہو کر بھی ہمارے دوست رہے اور اب بھی ہمارے دوست ہیں۔

پیپلز پارٹی کا ایک تیسرا گروہ بھی ہے اور اس کی شاید اکثریت ہے۔ یہ گروہ نیوٹرل ہے یعنی نہ ہمارے ساتھ اس کی کوئی دوستی ہے اور نہ ہمارے ساتھ ان کی کوئی دشمنی ہے۔ چونکہ پارٹی میں اس گروہ کی اکثریت ہے اور دنیا میں بالعموم نیوٹرل کی اکثریت ہوا کرتی ہے اس لئے اگر پیپلز پارٹی کی قیادت ان کو صحیح راستہ بتا دے گی تو وہ صحیح راستہ پر چل پڑیں گے اگر ان کو غلط راستہ پر ڈال دیں گے تو وہ غلط راستے پر چل پڑیں گے یوں ویسے نہ ان کے ساتھ ہماری دوستی ہے اور نہ دشمنی۔ پیپلز پارٹی کے اس دوسرے اور تیسرے گروہ کو اگر اکٹھا کر لیا جائے تو پیپلز پارٹی میں ہمارے خلاف تعصب رکھنے والے پہلے گروہ کی تعداد پندرہ بیس فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ شاید اتنے بھی نہ ہوں لیکن فرض کر لیں اتنے ہی ہیں تب بھی اتنے تھوڑے سے لوگوں کی

کسی نالائق حرکت یا بے ہودہ قول کی وجہ سے باقی 80 فیصد پر آپ کیسے غصہ اتارنے لگ جائیں گے یہ تو پھر بڑی نامعقول اور حقیقت اشیاء کے جاننے کے خلاف بات ہوگی۔

حقیقی دوستی کا ایک دلچسپ واقعہ

غرض جیسا کہ میں نے بتایا ہے پیپلز پارٹی کا ایک عنصر ہمارا بڑا سخت مخالف ہے جب کہ ایک اور عنصر ہمارا بڑا گہرا دوست بھی ہے اور اگرچہ ان کی دوستی دنیوی دوستی ہے لیکن وہ بڑی قربانی دینے والا گروہ ہے۔ دوستی کے سلسلہ میں مجھے ایک واقعہ یاد آگیا ایک عرب سردار اپنے بیٹے سے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ تم نے جو فلاں فلاں ہمجولی یا دوست بنائے ہوئے ہیں وہ میرے نزدیک اچھے دوست نہیں ہیں تم ایک سردار کے بیٹے ہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سرداری دی ہے، مال دیا ہے۔ تمہاری ظاہری شان و شوکت اور مال و دولت کو دیکھ کر بعض مفاد پرست لوگ دوستی کے روپ میں تمہارے گرد منڈلاتے پھر رہے ہیں ورنہ ان کو تم سے وہ پیار نہیں ہے جو ایک حقیقی دوست کو دوست سے ہوا کرتا ہے۔ غرض باپ بڑے پیار کے ساتھ بیٹے کو سمجھایا کرتا تھا۔ ایک دن اس کا بیٹا زچ ہو کر کہنے لگا کہ آپ مجھے روز سمجھاتے تو رہتے ہیں لیکن کبھی اپنے معیار کے مطابق سچا اور حقیقی دوست نہیں دکھایا۔ آپ مجھے ایسا دوست دکھائیں تبھی پتہ لگے کہ اچھا دوست کس قسم کا ہوتا ہے۔ باپ نے جواب دیا اچھا! تمہیں سچا دوست دکھائیں گے۔ چنانچہ آدھی رات کے وقت اس نے اپنے بیٹے کو اٹھایا اور کہا میرے ساتھ چلو میں تمہیں سچا دوست دکھاتا ہوں۔ وہ دونوں ایک اور سردار کے گھر پہنچے اور دروازے پر دستک دی۔ صاحب خانہ نے اندر سے آواز دی کون ہے؟ کہا کہ میں فلاں شخص ہوں تم باہر آؤ۔ جواب ملا اچھی بات ہے میں آتا ہوں چنانچہ باپ بیٹا دونوں باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے اور جس کو دوست کہا گیا تھا وہ باہر نکلنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا یہاں تک کہ پندرہ بیس منٹ گذر گئے بیٹے نے باپ سے کہا دیکھ لیا آپ کا دوست! اتنی دیر سے ہم کھڑے ہیں اور اس نے یہ بھی نہیں کیا کہ دروازہ کھول کر مل تو لے۔ باپ نے کہا ٹھہر تو جاؤ وہ میرا دوست ہے میں جانتا ہوں کہ کیا وجہ ہے چنانچہ وہ باہر آیا تو دیکھا کہ پوری طرح ہتھیار بند ہے اور ہاتھ میں اس نے دو تھیلے پکڑے ہوئے ہیں کہنے لگا میں معذرت خواہ ہوں تم نے جب رات گئے بے وقت اٹھایا تو میں نے سمجھا کہ عام حالات میں چونکہ کوئی اس وقت کسی سے ملنے نہیں آتا اس لئے ضرور تم پر کوئی بڑی آفت آگئی ہے جس کی وجہ سے میری دوستی کی تمہیں

ضرورت پڑ گئی ہے۔ میں نے سوچا کہ دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو تمہیں میری جان کی ضرورت ہے یا تمہیں میرے مال کی ضرورت ہے اگر مال کی ضرورت ہے تو یہ اشرفیوں کے تھیلے حاضر ہیں اور اگر تمہیں میری جان کی ضرورت ہے تو میں نے سوچا کہ میں اتنی دیر بھی نہ کروں کہ پہلے تم سے پوچھوں اور پھر ہتھیار لگاؤں پہلے سے مسلح ہو کر آ گیا ہوں اگر تمہیں کسی دشمن کا خطرہ ہے تو آؤ چلو اس سے دو دو ہاتھ کر لیتے ہیں چنانچہ باپ نے بیٹے سے کہا دیکھا! دوست اس قسم کے ہوتے ہیں۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور روحانی انقلاب

پس یہ دنیا کی دوستی ہے دل کی دوستی کا اپنا مقام ہے۔ جماعت احمدیہ کو اس وقت غلبۂ اسلام کی عظیم مہم درپیش ہے۔ دنیا میں ایک بہت بڑا انقلاب برپا کرنا ہے اس کے مقابلہ میں روس کا انقلاب بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور چین کا انقلاب بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا اسی طرح سرمایہ داری کا انقلاب بھی کوئی چیز نہیں حالانکہ یہ انقلاب بڑا اچھل کر آیا اور بڑے عجیب رنگ اپنے اندر رکھتا ہے اس کی تفصیل پہلے کئی بار بتا چکا ہوں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ دنیا میں ایک انقلاب عظیم بپا ہوا تھا۔

پھر اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے کہ عظیم کے معنی عربی زبان میں اس عظمت کے ہوتے ہیں جس سے بڑی عظمت اور کوئی نہ ہو گویا آنحضرت ﷺ کے ذریعہ دنیا میں سب سے بڑا انقلاب رونما ہوا۔ وہی سب سے بڑا انقلاب اس وقت پھر حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ آپ کی بعثت ثانیہ میں رونما ہو رہا ہے۔ اس انقلابی مہم میں جو دراصل روحانی انقلابی مہم ہے دنیا کی دوستیاں اس میں ممد و معاون بننے والی تو نہیں لیکن دنیا کے تعلقات تو کہلا سکتے ہیں اور یہ اپنی ذات میں بڑے مستحسن ہیں کیونکہ خود نبی اکرم ﷺ نے بھی دنیوی معیار سے دوستیاں کیں اور بے مثل دوستیاں کیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے محبوب مہدی اور مسیح موعود علیہ السلام نے بھی دوستیاں کیں اور بے مثل دوستیاں کیں آپ نے بعض کا نام لے کر بتایا ہے کہ فلاں فلاں شخص میرے بڑے دوست ہیں مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں آپ ان کو اسلام کی تبلیغ بھی کرتے رہتے تھے لیکن دنیوی طور پر دوستانہ تعلقات بھی تھے۔ غرض پیپلز پارٹی میں بھی کچھ لوگ ہمارے دوست ہیں۔ ہم ان کی دوستی کو نہیں چھوڑ سکتے اور ہماری فطرت کو خدا تعالیٰ نے اس حقیقت زندگی سے معمور کیا ہے مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ جو شخص ہم سے دنیوی حسن سلوک کرتا ہے ہم نے اس سے کہیں زیادہ حسن

سلوک کرنا ہے۔ پیپلز پارٹی کا یہ دوسرا گروپ جس کے ساتھ ہمارے دوستانہ تعلقات ہیں اس قابل ہے کہ ہم ان سے حسن سلوک کریں پیپلز پارٹی بحیثیت مجموعی ابھی ایسی حالت میں نہیں ہے۔ خدا کرے کبھی بھی نہ ہو کہ ہم ان کو بحیثیت مجموعی دھتکار دیں۔ ان کے اندر بعض لوگ ہمارے بڑے سخت مخالف اور معاند بھی ہیں اور ان میں بڑے اچھے دوست بھی ہیں اور بعض نیوٹرل بھی ہیں ان آخری دو گروپوں کی بڑی بھاری اکثریت ہے اور تھوڑے سے مخالف بھی ہیں اور ان کی تعداد پندرہ بیس فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ پندرہ بیس فیصد پر غصہ نکالنے کے لئے 80 فیصد جو ہمارے دوست ہیں یا اگر دوست نہیں تو دشمن بھی نہیں ان کو ہم برا بھلا کیسے کہہ سکتے ہیں وہ دنیوی معیار کے مطابق ہمارے دوست ہیں وہ ہمارے لئے قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ بہت ساری باتیں ایسی ہیں جو میں بتا نہیں سکتا شاید ان کے بتا دینے سے ان پر حرف آجائے گا۔ غرض وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں وہ ہمیں ملنے کے لئے آتے ہیں اور اپنے تعلقات کا اظہار کرتے ہیں ان کے نام بتانے کی مصلحتاً ضرورت نہیں اتنا ہی بتا دینا کافی ہے کہ ان کے ساتھ ہمارے گہرے دوستانہ تعلقات ہیں لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے پیپلز پارٹی میں بعض لوگ ہمارے مخالف بھی ہیں لیکن مخالفین سے ہم ڈرنے والے تو نہیں پندرہ بیس فیصد کی مخالفت اور ایذا سے کیا ہم ڈر جائیں گے اور ان کے نعروں سے ہم گھبرا جائیں گے؟ وہ لوگ پتہ نہیں اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ ہم تو اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے پس ہم اگر اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے تو ہمیں ان کی کیا پرواہ ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا وہ دوسرے کی کیا پرواہ کرے گا۔ یقیناً کچھ بھی پرواہ نہیں کرے گا۔ جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے اسے پرواہ ہوتی ہے اس شخص کی جو مقابلے میں اپنے آپ کو کچھ سمجھ رہا ہوتا ہے وہ کہتا ہے جس طرح میں اپنے دنیوی ذرائع اور وسائل پر اعتبار کر کے اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہوں اسی طرح دوسرا بھی سمجھتا ہوگا اور جس وقت دنیا کے وسائل اور ذرائع ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں تو یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کون سے وسائل جیتیں گے اور کون سے شکست کھا جائیں گے۔ لیکن جہاں خدا کی قدرت اور مادی ذرائع کا آپس میں ٹکراؤ ہوتا ہے وہاں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس بات میں شک کیا جائے کہ کون جیتے گا۔ خدا جیتے گا۔ خدا کی قدرت غالب آئے گی۔ اس لئے وہ ناچیز بندے جو خدا کے آستانے کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں ان کی ہلاکت اور ناکامی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بعض لوگ شور مچاتے ہیں تو اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ ہم کوئی غیر منصفانہ بات نہیں کرنا چاہتے۔

الیکشن میں جماعت احمدیہ کا اصولی کردار

اب مَیں الیکشن کے دنوں میں جماعت احمدیہ نے اصولی طور پر جو کردار ادا کیا ہے اس کا تجزیہ کرتا ہوں۔ میں نے بتایا ہے کہ میری آج کی تقریر کی تمہید خاصی لمبی ہے کیونکہ اصل مضمون بیان کرنے سے قبل بہت سے امور تجزیہ طلب ہیں۔

جہاں تک 70ء کے عام انتخابات کا تعلق ہے جماعت احمدیہ کے سامنے کسی ایک پارٹی کے حق میں ووٹ دینا فی ذاتہٖ بڑا نازک مسئلہ تھا۔ اس وقت الٰہی منشاء کے مطابق استحکام پاکستان کے لئے کسی ایک سیاسی جماعت کو مضبوط شکل میں ابھارنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر ذمہ داری ڈالی گئی تھی۔ یہ میں آپ کو بتادیتا ہوں کسی تفصیل میں جائے بغیر کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا کیا منشاء ظاہر فرمایا تھا تاہم صرف اتنا بتادینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء خواب کے ذریعہ یا پرشوکت الفاظ میں ظاہر ہوا تھا کہ پیپلز پارٹی ہی ایک ایسی جماعت ہے جسے کامیاب کرنا الٰہی منشاء کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ ایک طرف مسئلہ کی یہ نزاکت تھی اور دوسری طرف ایک مذہبی جماعت کی حیثیت میں ہماری مختلف ذمہ داریاں تھیں۔ بالخصوص میرے لئے یہ مسئلہ گوناگوں اہمیت کا حامل تھا کیونکہ میں ایک الٰہی سلسلہ سے تعلق رکھنے والا فردِ بشر ہوں اور آپ میں سے بھی ہر ایک کی یہی حیثیت ہے۔

جماعت احمدیہ کسی پارٹی سے الحاق کر ہی نہیں سکتی

ہم کسی ایک سیاسی جماعت کے اتھ الحاق کر ہی نہیں سکتے۔ ہم اس پوزیشن میں نہیں کہ ہم کسی سے الحاق کریں کیونکہ جس دن ہم نے کسی سے الحاق کیا اس دن گویا ہم ایک سیاسی جماعت بن گئے اس لئے یہ مسئلہ بڑا نازک تھا۔ ایک طرف پیپلز پارٹی کو مضبوط رنگ میں ابھارنے کا منشا پورا کرنے کی ذمہ داری تھی اور دوسری طرف ہماری زندگی کی یہ ایک بنیادی حقیقت دامن گیر تھی کہ ہم ایک مذہبی جماعت ہیں اور کسی سیاسی جماعت سے الحاق نہیں کرسکتے۔ چنانچہ پیپلز پارٹی کے چوٹی کے رہنماؤں میں سے ایک نے مجھے کہا کہ اگر آپ ہماری اتنی بڑی مدد کررہے ہیں تو ہماری ساری مدد (یعنی سب حلقہ ہائے انتخاب میں حمایت) کیوں نہیں کرتے۔ یہ ان کو احساس تھا کہ ہم کلیۃً ان کی مدد نہیں کررہے کیونکہ الحاق کی صورت نہیں ہے دراصل ہم ان سے الحاق کر ہی نہیں سکتے تھے۔ ہمیں دنیا کے اقتدار اور مال ودولت کی ذرہ بھر پرواہ نہیں ہے اس لئے جب میں اپنے آپ کو ایک مذہبی جماعت کہتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا ہے

اور جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر تم میرے ساتھ محبت اور پیار کا غیر منقطع رشتہ قائم کرو گے تو دین اور دنیا کے سارے انعامات تمہیں دے دوں گا۔

ہم اس حقیقت زندگی کو بھول کر اور خدا تعالیٰ کے انعامات کو چھوڑ کر کسی سیاسی جماعت یا حکومت کے ساتھ دنیوی الحاق کیسے کر سکتے ہیں ہم ان کے زر خرید غلام تو نہیں ہیں ہم غلام ہیں اور اس کا پورے زور سے اعلان بھی کرتے ہیں لیکن ہم صرف اس عظیم ہستی کے غلام ہیں جو واحد و یگانہ ہے۔ دنیا کے ساتھ ہمارے تعلقات ہیں، پیارے کے تعلقات ہیں، بطور خادم کے بنی نوع انسان کی خدمت کرنے کے تعلقات ہیں، غم خوار اور ہمدرد کی حیثیت مین ان کی ہمدردی کرنے کے تعلقات ہیں۔ اس لحاظ سے گویا ہر فرد بشر کے ساتھ ہمارے تعلقات ہیں ان کی ایک جھلک بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتب کے ان اقتباسات میں بھی نمایاں ہے جنہیں میں ابھی پڑھ کر سناؤں گا۔

جماعت احمدیہ کے رائے دہی کے بنیادی حق کی وضاحت

جہاں تک جماعت احمدیہ کا رائے دہی کے بنیادی حق اور اس کے استعمال کا تعلق ہے گو اس سلسلہ میں مَیں نے پہلے بھی چند اشارے کئے ہیں لیکن اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔ جماعت کے بعض حلقوں نے یہ کہا کہ ہم فلاں شخص کو جو ہے تو کنونشن لیگی لیکن اس کا ہمارے ساتھ پرانا تعلق ہے وہ ہمارے کام آتا ہے دنیوی لحاظ سے ہمارے ساتھ اس کے بھائیوں کی طرح تعلقات ہیں اس لئے ہمیں اس کو ووٹ دینے چاہئیں۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ اسی دوستی کی بنا پر ہم نے کنونشن لیگ کو دو جگہ قومی اسمبلی کے لئے ووٹ دیے اگرچہ وہ دونوں میں کامیاب تو نہ ہوئے تاہم پورا زور ان کے حلقوں میں جو لگایا جا سکتا تھا وہ ان کے حق میں لگایا گیا حالانکہ ان کا تعلق کنونشن لیگ کے ساتھ تھا۔ ان کنونشن لیگی امیدواروں نے اپنے علاقے میں ہم سے چار وعدے صوبائی اسمبلی کے لئے (ووٹ دینے کے) بھی لئے ہوئے تھے جب وہ ہار گئے تو انہوں نے خود ہی کہا بلکہ لکھ کر دیا کہ حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ ہم خود ہی آپ کو آپ کے وعدے سے آزاد کرتے ہیں آپ بے شک ہمیں ووٹ نہ دیں یہ ان کی شرافت تھی۔ جماعت کے افراد نے ان کا دوستی کے رنگ میں ساتھ دیا انہوں نے دوستی کا حق ادا کیا ہم نے کہا ٹھیک ہے۔

ایک حلقے کے آزاد امیدوار نے کہا مجھے ووٹ دیں ہم نے اپنے دوستوں سے کہا ان کو ووٹ دیں۔ دراصل جماعت کے دوستوں ہی نے کہا کہ ہم ان کو کھڑا کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہمارے ان کے ساتھ بڑے تعلقات ہیں کئی موقع پر انہوں نے جماعت کی بڑی خدمت کی ہے۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ ہم پر ان کے احسان ہیں۔ چنانچہ آزاد امیدوار کی حیثیت میں ان کو کھڑا کر دیا اور پیپلز پارٹی سے کہا کہ یہ ہمارا امیدوار ہے ہم نے اس کو کھڑا کیا ہے اس لئے مقابلے میں تم اگر اپنا امیدوار نہ کھڑا کرو اور ہمارے امیدوار کی حمایت کرو تو تمہاری مہربانی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اس علاقے میں ہماری سیاسی مصلحتوں کا تقاضا ہے کہ ہم اپنا امیدوار ضرور کھڑا کریں۔ ہمارے دوستوں نے کہا ٹھیک ہے کھڑا کرو اور ہارو! کیونکہ ہمیں پتہ تھا کہ خدا تعالیٰ فضل فرمائے گا اور آزاد امیدوار ہی جیتے گا۔ چنانچہ پیپلز پارٹی کے امیدوار کے خلاف اور آزاد امیدوار کے حق میں بھرپور کوشش کی گئی آخر خدا کے فضل سے آزاد امیدوار کامیاب ہوا۔ وہ ایک بڑے دیندار آدمی ہیں ہم سے بڑا تعلق رکھنے والے ہیں۔ طبیعت کے بڑے سادہ اور صاف گو شخص ہیں۔

غرض میں یہ بتا رہا ہوں کہ ہم نے بعض جگہ پیپلز پارٹی کے خلاف کھڑے ہونے والے امیدواروں کی کامیاب اور مؤثر مدد کی۔ ایک اَور حلقے میں کونسل مسلم لیگ کی حمایت کی گئی۔ اس میں بھی خدا کی عجیب شان تھی اُس زمانہ میں ایک نیا نیا امیدوار کونسل لیگ کے ساتھ جا ملا جس کو کوئی باغیرت احمدی ووٹ دینے کے لئے تیار نہیں تھا مگر چونکہ یہ امیدوار ابھی نیا نیا شامل ہوا تھا اور لیگ سے کوئی خاص تعلق بھی نہیں رکھتا تھا کونسل لیگ نے اپنی کمزوریاں دیکھ کر اسے اپنی پارٹی میں شامل کر کے ٹکٹ دے دیا تھا۔ اس کے متعلق جماعت کے دوستوں نے جو اس کے حلقے میں رہتے تھے یہ مشورہ دیا کہ جماعت کے ساتھ اس کا نہایت ہی اچھا سلوک ہے گو اسے کونسل نے ٹکٹ دیا ہے لیکن یہ ہے ہمارا آدمی۔ یہ ہمیں نہیں چھوڑ سکتا کونسل لیگ کو چھوڑ دے گا اس لئے ہمیں اس کے حق میں ووٹ دینے کی اجازت دے دیں۔ چنانچہ ہم نے ان کے مشوروں کے مطابق انہیں اجازت دے دی اور اس طرح گویا عملاً کونسل لیگ کو بھی ہم نے ووٹ دیئے عملاً کنونشن والوں کو بھی ووٹ دیے عملاً قیوم لیگ والوں کو بھی ووٹ دیئے اور عملاً آزاد امیدواروں کو بھی ووٹ دیئے جسے بعد میں علماء کی سیاسی جماعتوں میں سے ایک جماعت نے اپنا لیا تھا تاہم ہمارا ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی الحاق نہیں تھا۔ پیپلز پارٹی کے ساتھ بھی کوئی الحاق نہیں تھا اس کے باوجود ہم نے اس پارٹی کی بھرپور حمایت کی حالانکہ یحییٰ خان کی حکومت پیپلز پارٹی کی اتنی شدید مخالف تھی کہ ان کو دکھ دینے، تنگ کرنے اور ناکام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھی۔ چنانچہ حکومت کی اس پالیسی کو دیکھ کر نا سمجھ نوکر

ناجائز فائدہ اٹھانے لگ جاتا ہے۔ ایسا نوکر اپنے آقا کی طرف دیکھتا ہے۔ بعض دفعہ آقا اپنے غصہ کا اظہار تو ضرور کرتا ہے مگر اس کے مطابق وہ عمل نہیں کرنا چاہتا کیونکہ عملی قدم اٹھانے سے پہلے ہزارہا پہلوؤں کو سوچنا پڑتا ہے لیکن غصہ کا اظہار کرنے سے پہلے ہزارہا چیزیں سوچنے کی ضرورت نہیں۔ (اس میں فرق ہے دوست اس فرق کو اچھی طرح یاد رکھیں) لیکن جو ناسمجھ نوکر ہوتا ہے وہ جب بھی غصہ کا اظہار ہوتا ہے جھٹ اسکے مطابق عمل کرنا شروع کر دیتا ہے حالانکہ عمل کرنے کے لئے اسے کہا بھی نہیں ہوتا۔ یہی حال اس وقت حکومت کے بعض ناسمجھ اداروں کا تھا وہ بعض ایسی حرکتیں کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتے تھے جو ممکن ہے اور میرا حسن ظن بھی ہے کہ یحییٰ خاں چاہتے بھی نہ ہوں مثلاً جھوٹ بولنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے چنانچہ ان دنوں پولیس نے ہمارے خلاف سراسر جھوٹی رپورٹیں دینی شروع کر دیں کہ گویا جماعت احمدیہ کا پیپلز پارٹی کے ساتھ الحاق ہو گیا ہے دوسرے یہ مضحکہ خیز بات اڑا دی کہ نصرت جہاں ریزرو فنڈ دراصل نصرت بھٹو کے نام پر جاری کیا گیا ہے تاکہ اس فنڈ سے پیپلز پارٹی کی مدد کی جائے حالانکہ یہ وہ فنڈ ہے جو انتہائی عاجزی کے ساتھ اور بڑی دعاؤں کے ساتھ افریقہ میں سکول اور ہسپتال بنانے کے لئے خدا کے حضور پیش کیا گیا تھا۔ چنانچہ جیسا کہ میں گذشتہ جلسہ سالانہ کی تقریر میں بتا چکا ہوں خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جماعت کی اس قربانی کو قبول فرمایا۔ خدا تعالیٰ بڑا پیارا خدا ہے وہ تو یہ فرماتا ہے کہ تم میرے ساتھ پیار کرو گے تو میں تم پر اپنی رحمت کی بارش برساؤں گا اس نے اپنے فضل سے ہماری عاجزانہ کوششوں کو شرف قبولیت بخشا اور اس قربانی کے نتیجہ میں اتنا فضل نازل فرمایا اور جماعت سے اتنے پیار کا سلوک فرمایا کہ دنیا حیران رہ گئی۔

افریقہ میں ایک بہت بڑے عیسائی کی طرف سے جماعتی خدمات کا اعتراف

ابھی چند دن ہوئے مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ غانا میں ہوٹلوں کا ایک سلسلہ حکومت کا اپنا ہے یعنی وہ حکومت کی ملکیت ہے جن کے کل 827 رہائشی کمرے ہیں۔ ہوٹلوں کی سرکاری تنظیم کے سربراہ سے جماعت احمدیہ غانا نے کہا کہ ہم ہر ہوٹل کے ہر کمرے میں قرآن کریم انگریزی (حمائل سائز جس کی قیمت یہاں پانچ روپے مقرر کی گئی ہے) کا ایک ایک نسخہ رکھوانا چاہتے ہیں چنانچہ اس نے اجازت دے دی۔ اس سلسلہ میں ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں ہمارے مبلغ انچارج کی تقریر کے علاوہ ہوٹلوں کے سربراہ نے بھی تقریر کی۔ قرآن کریم کے 827 نسخے وصول کئے اور خوشی کا اظہار کیا۔ اس نے اپنی تقریر کے دوران یہ بھی کہا کہ میں مذہباً تو عیسائی ہوں لیکن اس بات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جماعت احمدیہ نے ہمارے ملک

میں جو مشن ہاؤس بنائے ہیں یہ ہماری قوم کی بہت بڑی خدمت کے مترادف ہیں کیونکہ ان کے ذریعہ آپ اچھے شہری پیدا کر رہے ہیں۔ اب اس قسم کے فقرے سوائے اس کے کہ الٰہی تصرف کام کر رہا ہو کوئی عیسائی نہیں کہہ سکتا۔ میں پہلے بھی کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ یوں تو عیسائیت کے ساتھ ہماری جنگ ہر ملک میں لڑی جا رہی ہے وہیں کے ایک بہت بڑے عیسائی کے منہ سے یہ باتیں کہلوانا الٰہی تصرف نہیں تو اَور کیا ہے۔ اسی ڈاک میں سیرالیون کے دو ہوٹلوں میں قرآن کریم کے نسخے رکھوائے جانے کی اطلاع بھی ملی ہے۔

غرض اشاعت قرآن کے لئے جو سامان پیدا ہوئے خدمت نوع انسانی کے لئے جو سامان پیدا ہوئے ایک سال کے اندر اندر 16 سے زیادہ ہسپتال کھل گئے یہ خدائی تصرف کا نتیجہ ہیں۔ غانا ہی میں جہاں ہماری سب سے زیادہ مخالفت ہو رہی ہے ایک ہسپتال پر قریباً 20 ہزار پونڈ خرچ ہوئے۔ ایک دوسرا ہسپتال بھی بن گیا ہے جو 20-22 کمروں پر مشتمل ہے۔ دراصل شہر کے عین وسط میں ایک بہت بڑی عمارت بِک رہی تھی۔ 40-45 ہزار سیڈیز پر (اسکے 18-20 ہزار پونڈ بنتے ہیں) وہ خرید لی گئی اور اسے ہسپتال بنا دیا گیا۔ گویا چار چار پانچ پانچ لاکھ روپیہ ایک ایک ہسپتال پر خرچ ہوا ہے اور یہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعت احمدیہ کی اس قربانی کو شرف قبولیت بخشے جانے کے آثار ہیں یعنی آپ نے جو قربانی دی اس کے نمایاں نتیجے نکل رہے ہیں اور سب سے بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ جو آپ نے قربانی دی اور سرمایہ جمع ہوا، وہ محفوظ ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے جو نفع دیا وہ اب خرچ ہو رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں جو مادی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر نازل فرمائے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ۔

جماعت کے مفاد میں حکومت کے بعض اعلیٰ حکام سے اہم ملاقاتیں

پس یہ وہ نصرت جہاں ریزرو فنڈ ہے جو جماعت احمدیہ کے خلوص ایثار اور قربانی کی اعلیٰ مثال ہے۔ یہ فنڈ اللہ تعالیٰ کے انتہائی پیار کے نتیجہ میں اور اسکی براہ راست ہدایت کے مطابق جاری کیا گیا تھا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت موجود ہے کہ وہ عند اللہ قبول ہو گیا ہے اس کے بارہ میں علمائے ظاہر بھی اور پولیس کی ڈائریاں بھی کہہ رہی تھیں کہ اصل میں یہ نصرت بھٹو کے نام پر جاری کیا گیا ہے اور اس سے پیپلز پارٹی کی مدد کرنا مقصود ہے۔ مجھے حقیقت حال واضح کرنے کے لئے اس

وقت کے گورنر پنجاب جنرل عتیق الرحمان کے پاس جانا پڑا۔ میں تو اپنے رب کا ایک نالائق فقیر ہوں۔ گو بڑے بڑے سیاسی رہنماؤں اور عہدیداروں سے ملنے ملانے میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں لیکن جہاں جماعت کے وقار اور عزت کا سوال ہے وہاں تو میں گھٹنوں کے بل جانے کے لئے بھی تیار ہوں۔ یہی وقف زندگی کی اصل روح ہے۔

بہت دیر کی بات ہے ہمارا کالج لاہور میں تھا۔ شریف صاحب ڈائریکٹر ایجوکیشن ہوا کرتے تھے وہ ہمیں لاہور سے نکالنا چاہتے تھے۔ اس لئے مجھے کہنے لگے کہ آپ ہم سے COMPENSATION نہ لیں۔ اس سے اسلامیہ کالج پر زد پڑتی ہے۔ ہم آپ کو ویسے ہی ایک لاکھ روپیہ دے دیتے ہیں۔ آپ ربوہ میں اپنا کالج بنا لیں۔ چنانچہ وہ کرتے یہ تھے کہ مجھے بلا لیتے تھے جب میں ان کے پاس جاتا تو کہتے اوہو! بیچ میں فلاں کام پڑ گئے۔ میں تو کام نہیں کر سکا دو تین دفعہ جب انہوں نے اسی طرح کیا تو مجھے غصہ آیا لیکن چونکہ میں ایک واقف زندگی تھا اور واقف زندگی کو واقف زندگی کی طرح ہی غصہ نکالنا چاہیئے۔ میں نے کہا شریف صاحب! آپ نے ایک لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے اور سچ پوچھیں تو یہ بھی کم ہے کیونکہ اس سے کہیں زیادہ تو ہم ڈی اے وی کالج کے کھنڈرات کو درست کرنے پر خرچ کر چکے ہیں وہ ہمارا حق ہے اس کو چھوڑنے کا میں وعدہ نہیں کرتا تاہم اتنا وعدہ کرتا ہوں کہ فوری طور پر ہم نہیں مانگیں گے۔ جماعت نے اگر فیصلہ کیا تو ہم عدالت میں بھی جائیں گے میرا یہ کام نہیں ہے جماعت نے میرے سپرد جو کام کیا ہے میں نے وہی کرنا ہے۔ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا میں تین دفعہ آپ کے بلاوے پر آپ کے پاس آچکا ہوں اب چوتھی بار آیا ہوں میں جب بھی آتا ہوں آپ کہتے ہیں اوہو! مجھے بہت افسوس ہے میں بڑا مصروف تھا اس لئے یہ کام نہیں کر سکا کیا آپ کا مطلب ہے کہ میں مصروف نہیں ہوں صرف آپ ہی مصروف آدمی ہیں باقی میں آپ کو یہ بتا دیتا ہوں کہ میں ایک واقف زندگی ہوں میں نے اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنی عزت بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر آپ کے دماغ نے یہ سوچا ہو کہ آپ مجھ سے ایک ہزار دفعہ اپنے گھٹنوں کو ہاتھ لگوائیں گے اور پھر جاکر رقم دیں گے تو اسی وقت میں آپ کے گھٹنوں کو ہزار دفعہ ہاتھ لگا دیتا ہوں۔ میں ایک مصروف آدمی ہوں بار بار بلا کر میرا وقت ضائع نہ کریں۔ چنانچہ وہ بڑا سخت شرمندہ ہوا اور جلدی رقم کا انتظام کر دیا۔

غرض ہم تو خدا کے عاجز بندے ہیں اور خدا کے سامنے اپنے آپ کو بالکل بے حیثیت سمجھتے ہیں۔ ہماری کوئی حیثیت نہیں۔ ہمارا خدا بڑا دیالو اور پیار کرنے والا ہے وہ کہتا ہے کہ جو شخص مجھ سے پیار کرے گا اور میرے دامن کو مضبوطی سے پکڑے گا میں اس کو بے بس و بے کس نہیں رہنے دوں گا۔ میں اسکو اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ میں اس کو ناکام نہیں ہونے دوں

گا۔ میں اسکو بے عزت نہیں ہونے دوں گا۔ لوگ کہتے ہیں گالی سننا کوئی بے عزتی ہے۔ مگر جماعت کے لئے خدا کی راہ میں بے عزتی برداشت کرنا بے عزتی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں جب اپنا پیار دیتا ہے تو ہمارا سر اور بھی زیادہ جھک جاتا ہے یہاں تک کہ اَور زیادہ جھکنے کی جگہ نہیں ہوتی۔

غرض یحیٰی خان کے دَور میں جب جنرل عتیق الرحمان پنجاب کے گورنر تھے تو پولیس نے ہمارے خلاف غلط رپورٹیں کیں تا کہ حکومت بھی ہمارے خلاف ہو جائے اور ہمیں ہلاک کرنے کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ چنانچہ میں نے گورنر صاحب سے ملاقات کی میں نے ان سے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے کہ جس کی رو سے میں یقین کے ساتھ آپ سے یہ کہہ سکوں کہ پولیس نے آپ کو ہمارے خلاف غلط ڈائریاں بھجوائی ہیں کیونکہ میرے پاس اس کی تصدیق کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ البتہ میرے کان میں یہ افواہیں پڑ رہی ہیں کہ آپ کے پاس پولیس غلط قسم کی ڈائریاں پیش کر رہی ہے۔ وہ اپنی کرسی سے اچھلے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب تصرف تھا۔ میں حیرانگی سے ان کو دیکھ رہا تھا کہنے لگے آپ کے پاس تو واقعی ذرائع نہیں لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ پولیس ایسی رپورٹیں بھجوا رہی ہے گویا خدا تعالیٰ نے گورنر صاحب کے منہ سے اس بات کی تصدیق کروادی کہ تمہیں جو رپورٹیں پہنچی تھیں وہ سچی تھیں۔

میں نے گورنر صاحب سے کہا پولیس جھوٹ بول رہی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ فلاں آدمی کی جماعت احمدیہ حمایت کر رہی ہے حالانکہ وہ پیپلز پارٹی کا آدمی نہیں۔ فلاں کو ووٹ دے رہی ہے اور اس کا پیپلز پارٹی سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ بعد میں پتا لگا کہ انہوں نے ان لوگوں کو خوب جھاڑ پلائی جو جھوٹی رپورٹیں دے رہے تھے۔ تاہم اسے بھی میں ایک افواہ ہی کہہ سکتا ہوں کیونکہ میرے پاس اس کی تصدیق کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اس قسم کی رپورٹیں دراصل خدا کے نام پر خدا سے جھوٹ بولنے کے مترادف تھیں کہ نصرت جہاں ریزروفنڈ نصرت بھٹو کے نام پر جاری کیا گیا ہے حالانکہ یہ فنڈ خدا کے نام پر جاری کیا گیا ہے وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ ان کے اس افتراء پر خدا تعالیٰ کیا کہے گا کہ جو رقم میرے حضور پیش ہو چکی ہے اور جسے میں نے قبول کر لیا ہے اس کے متعلق تم کہتے ہو کہ وہ نصرت بھٹو کے لئے جمع کی گئی ہے اور پیپلز پارٹی پر خرچ کر دی جائے گی۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اپنی عاقبت کو سنوارنا یا نہ سنوارنا یہ تو بہر حال ان کا کام ہے وہ جانیں ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم ان کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ ہمارے دل ان کی ہمدردی اور خیر خواہی سے معمور ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں

کھولے اور ان کے لئے ایسے سامان پیدا کر دے کہ وہ بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے لگیں جیسا کہ اپنے فضل سے نہ کسی ہمارے ہنر کے نتیجہ میں وہ ہم سے پیار کرتا ہے۔

عام انتخابات میں جماعت احمدیہ کے سیاسی کردار کا تجزیہ

میں نے گورنر صاحب سے یہ بھی کہا کہ کچھ پارٹیاں اعلانیہ کہہ رہی ہیں کہ ہم احمدیوں کو قتل کرنے کے لئے میدان سیاست میں آئے ہیں ہم احمدیوں کو ہلاک کر دیں گے۔ ہم ان کو تہس نہس کر دیں گے۔ ہم یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے۔ کچھ پارٹیاں ایسی بھی ہیں جو کہتی ہیں کہ ہمارا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے حتّٰی کہ کوئی احمدی ان کی پارٹی کا رکن بھی نہیں بن سکتا اور اس طرح وہ سمجھتی ہیں کہ شاید ان کو زیادہ ووٹ مل جائیں گے۔ جماعت نے ان سے کہا ٹھیک ہے تم اپنے گھر خوش ہو ہم اپنے گھر خوش ہیں تمہیں ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے تو ہم بھی تمہیں ووٹ دینا نہیں چاہتے ہم تو اس آدمی کو ووٹ دیں گے جسے ہماری قدر ہے اور ہمارے ووٹ کی ضرورت ہو گی۔ ہمارے ووٹ کو پیپلز پارٹی کو ضرورت ہے اس لئے وہ ہمارے پیچھے پڑ کر ہماری حمایت حاصل کرنے میں کوشاں ہیں۔

غرض جماعت احمدیہ ایک مذہبی جماعت ہونے کی حیثیت میں جو سیاسی کردار ادا کیا ہے میں اس کا تجزیہ کر رہا ہوں اور ضمناً اپنی اس ملاقات کا ذکر کر رہا ہوں جو گورنر پنجاب سے ہوئی تھی جس میں مَیں نے انہیں حقیقت حال سے آگاہ کیا تھا۔ میں نے گورنر صاحب کو یہ بھی بتایا تھا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بحیثیت ایک مذہبی جماعت ہمارا کسی سیاسی پارٹی کے ساتھ الحاق نہ ہو سکتا ہے، نہ کبھی ہوا اور نہ کبھی ہو گا۔ ہم نے قیوم لیگ، کنونشن اور کونسل لیگ کے علاوہ بعض آزاد ممبروں کو بھی ووٹ دیئے۔ ان میں سے بعض ہار گئے اور بعض جیت گئے۔ بعض کو تو پیپلز پارٹی کے امیدوار کے خلاف کھڑا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری کوششوں میں برکت پیدا ہوئی۔ بعض لوگوں کے متعلق ہم سمجھتے تھے کہ دنیوی دوستی کے طور پر ان کے ہم پر کچھ قرضے ہیں وہ ادا ہو گئے۔ پیپلز پارٹی نے ہمارے پیچھے پڑ کر ووٹ لئے۔ خدا تعالیٰ کا یہ منشاء بھی تھا کہ استحکام پاکستان کے پیش نظر

ایک پارٹی مضبوط اور نمایاں طور پر کامیاب ہو۔ سو خدا کا منشاء پیپلز پارٹی کی کامیابی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ جہاں تک انسانی کوشش کا تعلق ہے پیپلز پارٹی والے جماعت کی بے لوث اور انتھک کوشش سے بہت متاثر ہوئے وہ ہمارے اتنے پیچھے پڑ گئے اتنے پیچھے پڑ گئے کہ جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں ان کے ایک سرکردہ لیڈر نے کہا جب آپ اتنی مدد کر رہے ہیں تو پھر ساری مدد کیوں نہیں کرتے وہ چونکہ ایک سیاسی جماعت کے لیڈر تھے اس لئے ان کو یہ بات سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ مذہبی جماعت کو سیاست میں نہیں آنا چاہیئے۔ چنانچہ ایک مذہبی جماعت کی حیثیت میں ہمارا جو موقف تھا وہ اس کو سمجھ ہی نہیں پا رہے تھے۔ بڑی مشکل سے انہیں یہ باور کرایا گیا کہ ہمارا چونکہ ان کے ساتھ کوئی الحاق نہیں ہے اس لئے ہم ہر جگہ ان کی مدد کرنے یا نہ کرنے کے پابند نہیں ہیں۔

جماعت کا اپنے سیاسی حقوق کا نہایت دانش مندانہ استعمال

خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ اجازت دی ہے کہ ہم اپنے سیاسی حقوق کا دانشمندانہ استعمال کریں۔ چنانچہ اس اجازت کے ماتحت ہماری طاقت کا قریباً نوے فیصد حصہ الیکشن کے دنوں میں پیپلز پارٹی کے حق میں خرچ ہوا۔ انہوں نے ہماری مدد لی اور جہاں جہاں ہماری مدد لی اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ سو فیصد امیدوار کامیاب ہوئے یہ بھی خدا تعالیٰ کی شان ہے۔ ہم نے جائزہ لے کر اور اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے پورے پنجاب میں (انشاء اللہ کے ساتھ کیونکہ انشاء اللہ کے بغیر تو ہمارا کوئی وجود ہی نہیں رہتا) ان کو بتا دیا تھا اور ان سے وعدہ کیا تھا کہ 40-45 نشستوں پر کامیابی کی ضمانت ہم دیتے ہیں جب کہ ان کا اپنا اندازہ یہ تھا کہ اگر انہیں پورے پنجاب میں 5-6 نشستیں مل جائیں تو وہ بڑے خوش قسمت ہوں گے۔ یہ حالت تھی اس وقت پیپلز پارٹی کی۔ وہ اتنی بڑی خوش قسمتی سمجھتے تھے کہ پنجاب سے ان کو 5-6 نشستیں مل جائیں لیکن ہم نے اندازہ لگایا تھا اور ان کو قبل از وقت بتا دبھی دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے 40-45 نشستوں کی ہم ضمانت دیتے ہیں جب کہ ان کا اپنا اندازہ 5-6 کا تھا۔ ان دونوں کو ملا کر ہمارا اندازہ تھا کہ پیپلز پارٹی 50 کے قریب نشستیں حاصل کر لے گی۔ چنانچہ جماعت کے افراد نے جیسا کہ کام کرنے کا حق تھا ویسا حق ادا کیا۔ نہ کچے راستے دیکھے نہ نئی کاریں مانگیں نہ دن کی روشنی دیکھی اور نہ رات کے اندھیرے دیکھے اور ان حلقوں میں جہاں مدد کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا وہاں ہر جائز طریق پر پیپلز پارٹی کی مدد کی اور ایسی بے لوث مدد کی کہ پیپلز پارٹی کا وہ عنصر جو فطرۃً اور عادتاً ہمارا مخالف تھا اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

بے لوث خدمت کے شاندار مظاہرے

پھر پیپلز پارٹی کا ایک امیدوار وہ بھی تھا جو قید میں تھا اس کے انتخاب پر پیپلز پارٹی نے عملاً ایک دھیلا بھی خرچ نہیں کیا۔ مجھے اس فقرہ میں کچھ تبدیلی کرنی پڑے گی۔ انہوں نے عملاً جو خرچ کیا وہ یہ تھا کہ انتخاب سے دو تین دن پہلے ایک ٹوٹی ہوئی کار ان کے حلقہ انتخاب میں بھجوائی گئی جسے ناکارہ سمجھ کر واپس کر دیا گیا تھا اس لئے وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے ایک کار بھجوائی تھی گو واپس کر دی گئی تھی لیکن اس کے پٹرول پر تو خرچ ہوا تھا۔ اس واسطے میں اپنے پہلے فقرہ میں اس تبدیلی کے ساتھ یہ کہوں گا کہ انہوں نے چند گیلن پٹرول کے علاوہ اور کوئی خرچ نہیں کیا تھا۔ بایں ہمہ مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے سب سے زیادہ ووٹ اسی حلقہ سے لئے جہاں ان کا خرچ عملًا نہ ہونے کے برابر تھا۔

پس خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو الیکشن کے دنوں میں صحیح اور بے لوث خدمت، عقل و فراست اور امانت و دیانت کا شاندار مظاہرہ کرنے کی توفیق بخشی۔ اگرچہ پیپلز پارٹی کے ساتھ ہمارا کوئی الحاق نہیں تھا اس کے باوجود ہماری طاقت کا بیشتر حصہ پیپلز پارٹی کی حمایت میں صرف ہوا تاہم دوست اس بات کو یاد رکھیں اور کبھی اس بحث میں نہ پڑیں کہ ہم نے پیپلز پارٹی کے لئے کیا کِیا۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ فرض کرو ایک دھیلا ہماری طاقت تھی تب بھی اس دھیلے کا 80 فیصد پیپلز پارٹی کے حق میں چلا گیا۔ ہماری طاقت کا جو اصل منبع ہے وہ ان بیچاروں کو نظر نہیں آسکتا۔ وہ تو اس حقیقت سے بے بہرہ ہیں۔ ان کی حالت قابل رحم ہے اس لئے ان سے بحث میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

میرے اندازہ کے مطابق ہمارے ایک لاکھ سے ڈیڑھ لاکھ تک رضاکاروں نے اوسطًا ایک مہینے تک پیپلز پارٹی کے انتخابات میں اپنا وقت صرف کیا۔ اس میں دس ہزار سے لے کر پندرہ ہزار روپے کی ماہوار آمد والا احمدی رضاکار بھی شامل تھا اور ڈیڑھ سو روپے ماہوار کمانے والا بھی شریک تھا۔ میں صرف وقت کی قیمت لگانا چاہتا ہوں ورنہ جس اخلاص اور جس جذبہ کے ساتھ پیپلز پارٹی کی مدد کی گئی ہے اس کی تو دنیا میں قیمت ہی نہیں۔ غرض اگر ڈیڑھ لاکھ رضاکار ہوں اور ہر رضاکار کی اوسطًا دو سو روپے ماہوار آمد لگائی جائے تو اس طرح گویا تین کروڑ روپے کا وقت جماعت احمدیہ کے افراد نے پیپلز پارٹی کے حق میں خرچ کیا ہے۔ اس میں دس فیصد وقت جس کی قیمت اندازاً 30 لاکھ روپے بنتی ہے دوسری پارٹیوں کے امیدواروں کے حق میں خرچ کیا۔

جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں پیپلز پارٹی کے ساتھ ہمارا کوئی الحاق نہیں تھا اور نہ ہو سکتا ہے اس لئے ظاہر ہے ان کے ساتھ ہمارا کوئی معاہدہ بھی نہیں تھا۔ (بعض معاہدے الحاق نہ ہونے کی صورت میں بھی ہو سکتے ہیں۔ جماعت نے اس قسم کے معاہدے پہلے کئے بھی ہیں) تاہم چونکہ یہ ایک خدائی منشاء تھا کہ کسی ایک پارٹی کو نمایاں طور پر مضبوط اور کامیاب بنایا جائے اس لئے اس الٰہی منشاء کے جاننے کے بعد طبیعت سودا بازی کی طرف مائل نہیں ہوئی اور نہ کبھی پہلے ہوئی ہے۔ اس لئے کسی سے ہمارا کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا یعنی اتنی بڑی خدمت کے باوجود کہ صرف ہمارے رضا کاروں کے وقت کی قیمت میرے نزدیک تین کروڑ روپے ہے ہمیں کسی قسم کی سودا بازی کا خیال تک نہیں آیا۔ یہ تو ہے کمیت۔ اس کا دوسرا پہلو کیفیت سے تعلق رکھتا ہے اور جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے اس کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا۔ ہمارے رضا کاروں نے جس خلوص اور جذبہ فدائیت سے دن رات ایک کر کے کام کیا ہے اس کا اندازہ مشکل ہے اس کی کئی مثالیں ہیں میں اس کی تفصیل میں اس وقت نہیں جا سکتا۔

غرض کمیت کا تو ایک سرسری سا جائزہ پیش کیا جا سکتا ہے لیکن کیفیت کا تو اندازہ لگانا مشکل ہے کبھی اخلاص کی بھی دنیا میں قیمت پڑ سکتی ہے؟ یا پڑی ہے؟ لائلپور میں جب پیپلز پارٹی نے مختار رانا کو ہٹایا اور اس کی جگہ ضمنی انتخاب لڑا تو 31 مئی 72ء کو انتخاب ہونا تھا 16-17 تاریخ کو پنجاب کے دو تین وزراء نے صوبائی مرکز کو یہ اطلاع دی کہ ہم ہار رہے ہیں انہوں نے جماعت احمدیہ کو نظر انداز کر رکھا تھا۔ ہم بھی خاموش تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم تو دین کی خدمت پر مامور ہیں تم جیت گئے ہو۔ اب دنیا کی جو مہمات ہیں وہ تم خود سر کرو۔

مگر جب کھیل بگڑتا نظر آیا تو ہمارے رضا کاروں سے کہا کہ ہماری مدد کرو۔ چنانچہ اس سے پہلے پیپلز پارٹی کے رضا کار ہزار روپے یومیہ خرچ کر رہے تھے اور نتیجہ کچھ نہیں تھا مگر جب انہوں نے ہمارے رضا کاروں کو کام دیا تو خرچ پانچ ہزار سے گر کر پانچ سو تک آ گیا نہ صرف یہ بلکہ گھر گھر کنویسنگ شروع ہو گئی۔ خدا نے فضل فرمایا اس نشست سے بھی پیپلز پارٹی نے ضمنی انتخاب بڑی بھاری اکثریت سے جیت لیا۔ انہوں نے اپنے اندازے لگا رکھے تھے لیکن جو فراست اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کو عطا فرمائی ہے وہ دوسروں کو حاصل نہیں خواہ وہ کتنے پڑھے لکھے ہی کیوں نہ ہوں اور بڑے بڑے معزز عہدوں پر فائز ہی کیوں نہ ہوں۔ فراست تو خدا کی دین ہے یہ صرف علم اور بڑے عہدوں سے تو نہیں حاصل ہوا کرتی۔

پیپلز پارٹی میں جماعت احمدیہ کا معاند گروہ

غرض میں یہ بتا رہا ہوں کہ کمیت کا اندازہ تو تھوڑا بہت لگایا جا سکتا ہے لیکن کیفیت کا اندازہ لگانا تو امر محال ہے اس لئے کہ اخلاص کی کوئی قیمت لگائی ہی نہیں جا سکتی پھر چونکہ ہم نے کوئی سودا بازی نہیں کی تھی کوئی معاہدہ نہیں کیا تھا اس لئے اگر پیپلز پارٹی کا وہ معاند گروہ (جس کا میں پہلے تجزیہ کر آیا ہوں اور جو پندرہ بیس فیصد سے زیادہ نہیں) اگر احمدیت مردہ باد کا نعرہ لگائے تو کسی احمدی دوست کو یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ پیپلز پارٹی کا ہم سے کوئی معاہدہ تھا جس کی انہوں نے کوئی خلاف ورزی کی ہے۔ ہمارا ان کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہے ہم نے ان کے ساتھ کوئی سودا بازی نہیں کی۔ اگر وہ ہمارے ساتھ کوئی زیادتی کریں تو ہمیں دکھ ہو گا، گلہ شکوہ اور غصہ نہیں آئے گا کیونکہ سودا بازی کا مطلب یہ ہے کہ جس سے ہم سودا بازی کر رہے ہیں وہ ہمیں غلام سمجھ کر یا مال سمجھ کر مارکیٹ میں لے جائے اور یہ تو ہم ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس معاند گروہ کی طرف سے ہمیں آوازیں پہنچتی رہتی ہیں کہ ہم یہ کریں گے اور وہ کریں گے لیکن ہم پیپلز پارٹی کو بحیثیت مجموعی موردالزام نہیں ٹھہرا سکتے۔ میں آج کی بات کر رہا ہوں کل کا مجھے پتہ نہیں کیا ہو گا۔ نہ ہمیں اس بات کا کوئی حق ہے کیونکہ ہم نے ان کے ساتھ کوئی سودا ہی نہیں کیا۔ ہم نے ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اس شرط کے ساتھ کہ صرف وہی ہمارے دوست نہیں ہوں گے اور بھی ہوں گے کیونکہ ان کے ساتھ ہم نے کوئی الحاق تو نہیں کیا تھا۔ ہم نے تو دوسری پارٹیوں کے بعض امیدواروں کو بھی ووٹ دئے تھے اب ان کی مرضی ہے کہ وہ دوستی کے حق کو نباہیں یا نہ نباہیں۔ ہمیں تعلیم دینے والے نے یہ فرمایا ہے کہ تم نے خود دوستی نہیں توڑنی لیکن ہمیں خدا نے یہ اختیار تو نہیں دیا کہ دوسروں کو مجبور کریں کہ ضرور دوستی قائم رکھی جائے۔ دوستی کا تعلق ضرور ہے لیکن ہم ان کو خدا نہیں سمجھتے نہ داتا سمجھتے ہیں۔ ان داتا کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ دوست یہ یاد رکھیں پھر میں کہتا ہوں کہ یاد رکھیں پھر میں کہتا ہوں کہ یاد رکھیں ہمارے لئے ایک ہی دروازہ ہے جس کی دہلیز پر ہم کھڑے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا دروازہ ہے خدا کی رحمت کے دروازے کے مقابلے میں ان دروازوں کی حیثیت ہی کیا ہے اور ہم نے ان کی طرف منہ کیوں کرنا ہے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ کوئی ہمارا محافظ اور Savior ہے تو وہ بڑا ہی نالائق اور بے وقوف ہے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ کسی سے ہم نے دولت لینی ہے یا کسی سے ہم نے اثر ورسوخ حاصل کرنا ہے تو اس سے زیادہ ناسمجھ اور کوئی نہیں ہم تو ایک ہی ہستی کے در پہ جا پڑے ہیں اور اپنے اس مقام عجز اور فروتنی پر خوش ہیں اور مطمئن ہیں اور راضی ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں اور نہ کوئی اور ہستی کسی کو کچھ دے سکتی ہے اگر کہیں سے کچھ مل ہی نہیں سکتا تو آدمی اس کا خیال کیوں کرے گا ورنہ تو اسے یہ کہنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کے دروازے سے بھی

بڑا ایک دروازہ ہے اور ہم اس کی طرف بلاتے ہیں اس کا جہالت میں بلانا درست ہو گا یا نہیں لیکن ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اس سے اثر قبول نہیں کریں گے ، نہ ہماری روح اس کی طرف متوجہ ہو گی۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے در پر پڑے ہیں اور اس حالت پر بڑے خوش ہیں۔

معاند اور مخالف گروپ سے بھی حسن اخلاق سے پیش آنے کی نصیحت

دوست اس بات کو اچھی طرح یاد رکھیں کہ کسی نے ہمیں کیا دینا اور ہم نے کسی سے کیا لینا۔ دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اسی سے ہم نے لینا ہے جو کچھ لینا ہے۔

بعض لوگوں نے (یہی جو پیپلز پارٹی میں ہمارا معاند اور مخالف گروپ ہے اس میں سے بعض نے) یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ ہمارے بہت سر چڑھ گئے ہیں سفارشیں لے کر آجاتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی سفارش مانیں گے اس قسم کی باتیں سننے میں آئیں اگرچہ ہم اس بات کا پیپلز پارٹی کو بحیثیت جماعت الزام نہیں دیتے کیونکہ اس قسم کی باتیں کرنے والا ان کی پارٹی کا چھوٹا سا حصہ ہے لیکن میں نے سوچا کہ اگر اس چھوٹے سے حصہ کی طرف سے بھی اس قسم کی آواز نکلتی ہے تو ان سے بالکل تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ میاں طاہر احمد صاحب بہت سارے کام کرتے تھے ان کو میں نے بلا کر مزاحًا کہا کہ اب آپ اپنے آپ کو Under House Arrest سمجھیں آپ نے باہر بالکل جانا ہی نہیں۔ یہ (پیپلز پارٹی والے) اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں کیا ہم ان کے محتاج ہیں۔ ہم اگر کسی کے محتاج ہیں تو خدائے قادر و توانا کے محتاج ہیں۔ خدا کرے کہ ہماری یہ احتیاج ہمیشہ قائم رہے عمل کے لحاظ سے بھی اور اعتقاد سے بھی اور ایمان کے لحاظ سے بھی۔ غرض وہی خدائے قادر و توانا ہے جو ہماری ہر ایک احتیاج کو پورا کرنے والا ہے۔ دنیا نے ہماری ضرورتوں کو کیا پورا کرنا ہے اور ہم نے ان سے کیا مانگنا ہے۔ غرض میاں طاہر احمد صاحب کو میں نے روک دیا کہ آپ باہر جائیں ہی نہ۔ ہمیں ضرورت ہی کوئی نہیں تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اگر پیپلز پارٹی کے پندرہ بیس فیصد لوگ اس قسم کی باتیں کریں تو ہم نے پارٹی سے ناراض ہو جانا ہے۔ ان پندرہ بیس فیصد لوگوں سے بھی اگر کہیں اتفاقاً ملاقات ہو جائے تو کیا وہ حسن اخلاق جو اسلام نے ہمیں سکھائے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان اخلاق کا ہماری زندگیوں میں دوبارہ احیاء فرمایا ہے۔ وہ ہم چھوڑ دیں گے؟ نہیں ہر گز نہیں! ہم اسی طرح بشاشت اور

مسکراتے چہروں کے ساتھ ان سے ملیں گے اور ان کی نالائقیوں کا ہم ان کے سامنے اظہار بھی نہیں کریں گے۔ ہم ان کے حالات پوچھیں گے ان کی طبیعت کا پوچھیں گے کیونکہ ان کی مخالفت کے باوجود ہم ان کے لئے دعا کرنے والے ہیں۔

پس گو ہماری ان سے ناراضگی تو کوئی نہیں لیکن اگر کوئی ہم سے تعلق نہیں رکھنا چاہتا تو ہم زبردستی کسی کے کندھوں پر چڑھنے والی قوم بھی نہیں ہیں۔ پتہ نہیں انہیں کب سمجھ آئے گی ہم تو بہر حال خوش ہیں۔ جو ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ نے ہمارے کندھوں پر ڈالی ہیں ہم ان کی ادائیگی سے بیزار تو نہیں ہو گئے۔ ہمیں وہ دکھ تو نہیں دیتیں ہم بڑے خوش ہیں کیونکہ ان ذمہ داریوں کے بجالانے پر خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے تم سمجھتے ہو کہ ہم اپنی ذمہ داریوں سے تنگ آگئے ہیں اس لئے تمہاری طرف متوجہ ہوں گے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہم نہ تنگ ہیں نہ ہماری نسلیں تنگ ہوں گی نہ آگے ان کی نسلیں تنگ ہوں گی۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کے نتیجہ میں جب تک اسلام ساری دنیا پر غالب نہیں آجاتا اور جب تک غیر مسلموں کی حیثیت چوہڑے چماروں کی نہیں ہو جاتی اس وقت تک ہماری نسلیں سوائے خدا کی طرف منہ کرنے کے کسی اور طرف منہ نہیں کریں گی۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ

جماعت احمدیہ پاکستان کے لئے تعویذ ہے

یہ مختصر تجزیہ اور پہلو ہے 70ء اور اس کے بعد سے اس وقت تک کے حالات کا۔ اب پھر پاکستان کے سیاسی افق پر مجھے اندھیرے اور طوفان اٹھتے نظر آرہے ہیں۔ ان حالات میں ہماری پہلی اور بنیادی ذمہ داری تو یہی ہے کہ ہم اپنے رب کریم کے حضور عاجزانہ جھکیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ملک کے لئے تعویذ قرار دے کر گویا حقیر بندوں پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ یہ اس کا ہمارے حق میں بڑے رحم اور پیار کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس بشارت کی رُو سے ہماری عاجزانہ دعاؤں کو سنے اور ان دعاؤں کے نتیجہ میں اپنے فضل اور اپنی رحمت کی تاروں کو ہلائے اور پاکستان کو ہر قسم کی بربادی اور ہلاکت سے محفوظ رکھے۔ یہ ہے ہماری ذمہ داری جسے ہم نے بہر حال نباہنا ہے۔

جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں

موجودہ حالات میں منطبق ہونے والے قرآن کریم کے احکام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

قرآنی احکام اور مسیح موعود کے ارشادات کی روشنی میں جماعت احمدیہ کی اہم ذمہ داریاں اور ان سے عہدہ برآ ہونے کے صحیح طریق

حالات حاضرہ پر تبصرہ

اس عرصہ میں ہماری جماعت کے خلاف بھی بعض خطرناک منصوبے بنائے گئے۔ مجھے ان کی دیر سے خبریں آ رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ وہ خبریں صحیح ہوتی گئیں۔ میں ان کا ذکر آخر میں کروں گا۔ اس سلسلہ میں جو خطرات جماعت کے بعض افراد کی کمزوریٔ ایمان کے نتیجہ میں پیدا ہو سکتے ہیں پہلے میں ان کو لیتا ہوں چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن عظیم نے جو تعلیم دی ہے وہ پیش کروں گا یہ بھی تمہید کا ایک حصہ ہے یا اس کا دوسرا پہلو ہے۔ پہلے سیاسی تجزیہ تھا اب دینی لحاظ سے قرآن کریم کی تعلیم کی رو سے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات میں حالات حاضرہ پر ایک رنگ میں تبصرہ کیا جاتا ہے۔

امر معروف میں استثناء کی انتہائی مثال

قرآن کریم نے کچھ اوامر اور کچھ نواہی پیش کئے ہیں۔ بعض باتوں کے متعلق یہ حکم دیا ہے کہ یہ کرنی ہیں اور ان ان شرائط کے ساتھ کرنی ہیں۔ بعض کے متعلق یہ حکم دیا کہ نہیں کرنیں اور پھر بعض حالات میں استثناء بھی کیا ہے۔ بعض نواہی میں استثناء ہے اور بعض میں نہیں ہے مثلاً یہ کہا کہ بغیر حق کے دوسرے کا مال نہیں لینا۔ اس میں کوئی استثناء نہیں ہے خواہ کچھ ہو جائے خواہ آدمی بھوکا مر رہا ہو یہ نہیں کہا کہ چوری کر کے پیٹ بھر لو۔ ہمارے فقہاء نے چوری کی سزا میں استثنائی تخفیف تو کی ہے لیکن جہاں تک میرے علم میں ہے اور میرے حافظہ اور یاداشت کا تعلق ہے چوری کے جواز میں کسی کا فتویٰ نہیں ہے لیکن بعض حکم ایسے ہیں کہ جن میں استثناء ہے مثلاً یہ حکم ہے کہ نماز کو لیٹ کر اشاروں سے ادا نہیں کرنا گویا جہاں نماز پڑھنے کا حکم ہے وہاں لیٹ کر نہ پڑھنے کا بھی حکم ہے لیکن اس میں استثناء بھی رکھ دیا۔ یہ میں نے ایک عام فہم مثال لی ہے تا کہ ہر ایک کو سمجھ آجائے۔ اسلام نے کہا کہ اگر انسان بیمار ہو تو گھر میں نماز پڑھ لے۔ اگر زیادہ بیمار ہو تو گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔ اگر زیادہ بیمار ہو تو گھر میں لیٹ کر نماز پڑھ لے۔ اگر اَور زیادہ بیمار ہو تو اشاروں سے پڑھ لے۔ اگر بہت زیادہ بیمار ہو تو الفاظ میں ذکر الٰہی کر لے۔ پس نماز کے حکم میں ایک منفی پہلو بھی ہے اور اس میں استثناء بھی کر دیا۔ یہ گویا ایک انتہائی مثال ہے اور میں نے اس غرض سے اس کو لیا ہے کہ آپ کو سمجھ آجائے ہو سکتا ہے بعض زیادہ سمجھدار احباب کہیں کہ یہ کیا مثال دے دی لیکن چونکہ ہر ایک کو سمجھانا میرا فرض ہے اس لئے میں نے یہ ایک عام فہم مثال دی ہے۔

اجتماعی زندگی اور فساد سے بچنے کا حکم

پس جو نواہی ہیں یعنی جن احکام میں کسی بات کے نہ کرنے کا حکم ہے وہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک حکم ہے افراد کو اور اس کا تعلق ایک لحاظ سے اجتماعی زندگی سے بھی ہے کیونکہ انسان کے انفرادی اعمال کے اثرات اجتماعی زندگی پر بھی پڑتے ہیں لیکن حکم صرف ایک فرد کو ہوتا ہے مثلاً یہ حکم کہ زنا نہیں کرنا۔ اس کا تعلق ایک فرد کے ساتھ ہے۔ مگر اس سے اجتماعی زندگی بھی متاثر ہوتی ہے اس میں ایک استثناء نکل آتا ہے اور وہ یہ کہ بعض کمیونسٹ ممالک میں اجتماعی شادیاں جائز قرار دے دی ہیں تاہم یہ ایک مسخرہ پن ہے اس لئے میں اس سے صَرف نظر کرتا ہوں۔ پس اگرچہ بنیادی طور پر زناکاری کا تعلق ایک فرد کے ساتھ ہے مگر یہ بالواسطہ معاشرہ پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض حکم ہیں جو معاشرہ کو دیئے گئے ہیں یعنی اجتماعی زندگی

پر حاوی ہیں۔ ساری قوم ان کی مکلف ہے لیکن ان میں سے ہر حکم کا اچھا یا بُرا اثر افراد پر بھی پڑتا ہے تاہم اجتماعی رنگ زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ میں اس وقت اسی پہلو کو لوں گا کیونکہ زیادہ تر اجتماعی زندگی پر دشمنوں اور معاندوں کے منصوبے اثر انداز ہوتے ہیں۔

پہلا حکم جس کو میں نے اس وقت کی مناسبت سے منتخب کیا ہے وہ فساد سے بچنے کا حکم ہے۔ فساد صحیح شکل میں ہوتا ہی اجتماعی زندگی میں ہے چاہے لیڈر ایک ہی ہو لیکن اجتماعی زندگی خراب ہوگی اس معنی میں کہ مکان کے لحاظ سے تھوڑے یا وسیع علاقے میں یا افراد کے لحاظ سے تھوڑے یا زیادہ افراد میں فساد پیدا کرنے کی کوشش بہر حال اجتماعی زندگی کو متاثر کرتی ہے مثلاً جماعت احمدیہ کی تعداد تو اتنی بڑی نہیں لیکن جو جماعت کے خلاف فساد کیا جائے گا وہ بھی اجتماعی فساد کہلائے گا۔ ہمارے مقابلہ میں بریلوی بہت زیادہ ہیں ان کے خلاف جو فساد ہوگا اس میں بڑی وسعت ہوگی۔ تعداد بھی زیادہ ملوث ہو جائے گی اور اس میں جماعتی رنگ بھی بہر حال زیادہ نمایاں ہوگا۔

فساد کرنے والوں کو قرآنی انتباہ

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ اعلان فرمایا کہ میں کسی فسادی گروہ کے ساتھ پیار نہیں کروں گا یا کسی ایسے شخص سے پیار نہیں کروں گا جو فسادی گروہ میں شامل ہے فرمایا: وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (مائدہ:65) اللہ تعالیٰ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس قسم کی اور بہت ساری آیات ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ جو لوگ فساد بپا کرتے اور فساد بپا کرنے کے منصوبے بناتے ہیں وہ میری محبت اور رضا کو حاصل نہیں کر سکیں گے گویا اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا میں ایسے لوگ یا گروہ پیدا ہوں گے جو فساد کی نیت سے بڑے Active نظر آئیں گے۔ وہ دنیا میں فساد بپا کرنے کے لئے اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے نظر آئیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو سورہ مائدہ کی اسی آیت سے پہلے بیان فرمایا ہے۔ میں آیت کا یہ حصہ پورا پڑھ دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ گو اس آیت کے مخاطب یہودی ہیں اور اب بھی دنیا میں فساد کی نیت سے سب سے زیادہ بھاگ دوڑ کرنے والے یہودی ہی ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مفسد ہونے کے لحاظ سے ان کو قرآن کریم نے بطور مثال کے پیش کیا ہے ورنہ ان جیسے کئی گروہ دنیا میں پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کی اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا کی مصداق ہوتی ہے وہ فساد کی نیت سے خوب تیزیاں دکھاتے ہیں۔

ان کی نیت اصلاح کرنے کی نہیں بلکہ فساد کی ہوتی ہے۔ پس آیہ کریمہ کے اس حصہ میں گو یہودیوں کا ذکر ہے لیکن قرآن کریم جب کسی گروہ کو نمونۃً پیش کرتا ہے تو اس سے مسلمانوں کو یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ دیکھنا! تم ان کی طرح فساد فی الارض کے مرتکب نہ ہونا۔

فساد کو روکنے کا ذریعہ

پھر اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو ایک دوسری جگہ ایک نئے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَحسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اَلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (القصص:78)

یہاں فساد کے مقابلہ میں احسان کو لیا ہے۔ احسان کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے احکام جو اوامر سے متعلق ہیں ان کو خوش اسلوبی کے ساتھ اور پوری توجہ کے ساتھ اور تمام شرائط کے ساتھ ادا کرنا اور جو احکام نواہی پر مشتمل ہیں یعنی جن باتوں کے کرنے سے روکا گیا ہے ان سے پوری عزیمت کے ساتھ رک جانا گویا حسن عمل ہونا چاہیئے۔ یہ ہمارا ایک محاورہ بھی ہے اس کے مطابق ہماری زندگی حسن عمل کے سانچے میں ڈھل جانی چاہیئے۔ اسی لئے قرآن کریم نے خالی عمل صالح نہیں کہا بلکہ اُس عمل صالح پر زور دیا ہے جس میں احسان کا رنگ جھلکتا ہو کیونکہ یہی وہ عمل ہے جس میں روحانی حسن اور دینی خوبصورتی پائی جاتی ہے اور یہی ایک ایسی سدّ اور ایسی روک ہے جو فساد کے راستہ میں حائل ہوتی ہے اور فساد کو دور کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

انسانی شرف اور عزت کی حقیقت

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فساد نہ کرو اس لئے کہ فساد کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے تم بھی لوگوں پر احسان کرو اور ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش نہ کرو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوتیں اور استعدادیں بخشنے میں احسان سے کام لیا ہے اس معنی میں کہ تمہارا کوئی حق نہیں تھا بایں ہمہ اس نے تمہیں قوتیں اور استعدادیں عطا فرمائیں اور اس معنی میں بھی کہ جو قوتیں اور استعدادیں تمہیں عطا کی گئیں ان کو ہر چہار لحاظ سے (جن کا ذکر

میں تفصیل سے پہلے کئی خطبات اور تقاریر میں کر چکا ہوں)ان کی نشوونما کو کمال تک پہنچایا گیا۔ ان میں اخلاقی اور روحانی استعدادیں بھی ہیں جن سے فائدہ اٹھانے کے لئے بنی نوع انسان کو جسمانی اور ذہنی استعدادیں بھی دیں گئیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے انسان پر ایک عظیم احسان فرمایا۔ اسے ساری قوتیں اور استعدادیں بغیر کسی حق کے عطا فرمائیں اور پھر ان قوتوں اور استعدادوں کی کمال نشوونما کے نتیجہ میں اسے اشرف المخلوقات قرار دے کر بہت بڑے شرف اور عزت کا مالک بنا دیا۔ جہاں انسان کو اتنا بڑا مقام عطا ہوا وہاں اس کے لئے یہ ضروری ٹھہرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ بنے اور اپنی خداداد قوتوں کے استعمال میں حسن واحسان کے متعلق الٰہی حکم کو مدنظر رکھے تاکہ حسن عمل کے نتیجہ میں فساد کا دروازہ بند ہو جائے۔

خود حفاظتی میں گولی چلانا جرم نہیں

اس وقت میں آپ کے سامنے خاص طور پر اس فساد کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے سے پیدا ہوتا ہے۔ جب انسان قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور قانون کی نظر میں قانون شکن ٹھہرتا ہے تو اس وقت وہ فساد پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ حدود مقرر فرمائی ہیں اسی طرح مروجہ قانون بھی کچھ حدیں قائم کرتا ہے۔ جب تک انسان ان حدوں تک نہ پہنچ جائے کہ جہاں قانون نے خود اپنی بے بسی کا اظہار کر کے افراد کو یہ قانونی اجازت نہ دی ہو کہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لو اور ان حقوق کی حفاظت کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائے ہیں اس وقت تک قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے سے گریز ازبس ضروری ہے۔

جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے کہ قانون کی رو سے فساد نہ کرنا اور قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لینا ضروری ہے تاہم اس میں بعض استثناء بھی ہیں کچھ عارضی اور وقتی اور کچھ لمبے عرصہ کے لئے بھی ہو سکتے ہیں مثلاً رات کے دو بجے چند مسلح ڈاکو کسی شخص کے مکان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اور اس وقت قانون کے محافظوں کو اطلاع نہیں دی جا سکتی اور خود حفاظتی کے لئے گولی چلانا ناگزیر ہے تو یہ گویا ایک وقتی استثناء ہے کیونکہ اگر اس موقع پر انسان قانون کی دی ہوئی اجازت اور شریعت کی عطا کردہ سہولت کے مدنظر قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی حفاظت نہیں کرتا تو اس کے حقوق قائم نہیں رہ سکتے۔ اس لئے اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن میں نہ زیادتی کا احتمال ہو اور نہ اعتداء کا شائبہ ہو تو انسان کا خود حفاظتی میں گولی چلا دینا جرم متصور نہیں ہو گا۔ مسلح ڈاکو کے قتل کا مقدمہ جب عدالت میں جاتا ہے تو اس کی کوئی سزا نہیں۔ ہمارے بہت سے احمدی وکیل یہاں بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی یہی کہیں گے کہ قانون نے خود حفاظتی میں مسلح ڈاکو کو ڈاکہ ڈالتے ہوئے قتل کرنے کی اجازت دی ہے کیونکہ ایسی صورت

میں جو کام حکومت کے نمائندہ یا پولیس نے کرنا تھا وہ بوجہ اس کے کہ نہ پولیس کو اطلاع دی جاسکتی تھی اور نہ پولیس وہاں پہنچ سکتی تھی اور اُدھر زندگی کا بنیادی حق یعنی زندہ رہنے کا حق تلف ہو رہا تھا اس لئے اس بنیادی حق یعنی حقیقت زندگی کی حفاظت کے لئے قانون نے یہ استثناء رکھا ہے اور کہا ہے کہ اگر قانون تمہاری حفاظت کے لئے نہ پہنچ سکے تو تم قانون کے قائمقام کے طور پر خود اپنی حفاظت کرو یہ نہ فساد ہے اور نہ یہ بات قانون کو ہاتھ میں لینے کے مترادف ہے۔

قانون کو ہاتھ میں لینے کا جواز

جہاں تک اجتماعی زندگی میں فساد کا تعلق ہے اس کی دو شکلیں بنتی ہیں ۔ ایک یہ کہ سارے ملک میں Anarchy (بدنظمی) پھیل جائے اور دوسری یہ کہ ملک کے ایک بڑے حصہ میں افراتفری پھیل جائے اور قانون کی حکومت نہ رہے مثلاً ایک سے زاید صوبوں میں بدامنی پھیل جائے تو اسے محدود بدنظمی نہیں کہیں گے یا مثلاً ملک گیر فسادات جیسا کہ 47ء میں تقسیم ملک کے وقت رونما ہوئے جن میں قانون نے استثنائی طور پر خود حفاظتی کی اجازت دی تھی حالانکہ عام حالات میں اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی۔

مجھے اب تک یاد ہے ہزارہا سکھوں پر مشتمل جتھے مسلمانوں کے گاؤں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ بعض جگہ تو میں ان کا چشم دید گواہ ہوں۔ میرا تعلق ضلع گورداسپور سے ہے۔ اس ضلع کے قریباً سارے علاقے کے حالات کا مجھے علم ہے تاہم انسان ہوں ہو سکتا ہے وہاں کے بعض حالات کا مجھے بھی علم نہ ہوا ہو یا علم تو ہوا ہو لیکن وہ واقعات میرے ذہن سے محو ہو گئے ہوں۔

غرض تقسیم ملک کے خونی فسادات کے دلدوز منظر اب بھی میری نظروں کے سامنے پھرتے رہتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں سکھ مسلح ہو کر نہتے مسلمانوں کے گاؤں پر حملہ آور ہوتے تھے مگر قانون غائب تھا۔ اگر قانون اور قانون کا محافظ کہیں نظر بھی آتا تھا تو وہ فسادیوں کے گروہ میں باوردی نظر آتا تھا۔ فسادیوں کے خلاف اور جن کے حقوق تلف کئے جارہے تھے ان کی مدد کرتے ہوئے نظر نہیں آتا تھا۔ گویا ہر طرف لاقانونیت اور ظلم و بربریت کا دَور دورہ تھا۔ چنانچہ اس وقت سٹھیالی جو قادیان سے چھ میل کے فاصلے پر ہے یا گھوڑے والی یا تلونڈی جھمراں یا اس قسم کے بہت سے گاؤں تھے جہاں مسلح جتھوں کا مقابلہ کرنے کے لئے قانون کو ہاتھ میں لیا گیا۔ کیونکہ ایسی خوفناک صورت میں خود قانون اور شریعت اس کا استثناء پیدا کر رہی تھی۔ اس

قسم کا اقدام قانون توڑنے کے مترادف نہیں اور نہ اسے فساد پھیلانے پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو ایک فساد دور کرنے کی کوشش ہے تاہم استثنائی کوشش ہے عام حالات میں اس کی اجازت نہیں۔

قانون شکنی کا عدم جواز

بعض دفعہ کسی ایک شہر کو ٹارگٹ بنایا جاتا تھا یا کسی ایک محلے کو ٹارگٹ بنایا جاتا تھا اور اس طرح اچانک حملہ ہوتا تھا یا ایسے وقت میں ہوتا تھا کہ قانون کے محافظ یا تو عمداً ذمہ داریوں کو نباہتے نہیں تھے یا نباہنے کے قابل نہیں ہوتے تھے۔ ایسی صورت میں اجتماعی زندگی کے تحفظ کے لئے قانون اور شریعت نے اپنی خود حفاظتی کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جو حقوق قائم کئے ہیں استثنائی حالات اور خطرات کے پیش نظر قانون کی عدم موجودگی میں ان کی خود حفاظت کرنا جائز ہے۔ یہ استثناء ہے اور اس قسم کا استثناء خدا کو بھی پیارا ہے۔ اس کے نتیجہ میں خدا کا غضب نہیں بھڑکتا لیکن جہاں ایسے حالات ہوں کہ قانون کا تحفظ نہ نسبتاً زیادہ عرصہ کے لئے اور نہ بالکل تھوڑے عرصہ کے لئے غائب نہ ہو بلکہ موجود ہو تو قانون کو ہاتھ میں لینے کی ہرگز اجازت نہیں ہے خواہ فسادی فساد میں انتہاء کو بھی کیوں نہ پہنچ رہا ہو۔ آپ قانون کے پیچھے کھڑے ہو کر اپنی مدد تو کر رہے ہوں گے اور یہ آپ کا فرض ہے لیکن ان حالات میں قانون شکنی نہیں کریں گے۔ آپ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیں گے کیونکہ قرآن کریم کا یہ حکم ہے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے اور آپؐ کا ہر ارشاد دراصل قرآن کریم کی کسی نہ کسی آیت کی تفسیر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ہدایت ہے اور جماعت احمدیہ کی یہ روایت ہے اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر جماعت احمدیہ نے حسبِ سابق خدا تعالیٰ کے جلوے دیکھتے چلے جانا ہے۔

غرض 47ء میں ایک ایسی آگ جلائی گئی تھی جس میں تمام مسلمانوں کو خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے تھے جلا دینے اور ہلاک کر دینے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ احمدی اور غیر احمدی سب اس میں شامل تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے احمدیوں کی دعاؤں اور تدبیروں سے اور بعض دوسروں کی دعاؤں اور تدبیروں (غیر احمدی مسلمانوں میں بھی بعض دعا کرنے والے اور تدبر کرنے والے موجود ہیں) کے نتیجہ میں فضل فرمایا اور اپنی قدرت اور رحمت کے عظیم نشان دکھائے۔ پھر 53ء میں ہمارے خلاف آگ جلائی گئی۔ میں نے اس کے متعلق اپنے ایک حالیہ خطبہ جمعہ میں ذکر کیا ہے یہ خطبہ کتابی صورت میں بھی چھپ چکا ہے جس کی کثرت سے تقسیم کا انتظام میاں طاہر احمد صاحب اور ناظر صاحب اصلاح و ارشاد عبدالمالک خان صاحب

کر رہے ہیں۔ تمام نمائندگان اس خطبہ کی کاپیاں لے کر جائیں اور جس طرح آپ سب خصوصاً نوجوان ایک ورقہ ٹریکٹ یا کوئی اور اشتہار تقسیم کرتے ہیں اسی طرح اس خطبہ کو بھی تقسیم کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں جتنی تعداد میں یہ خطبہ شائع ہوا ہے اس سے بہت زیادہ آدمی مل سکتے ہیں جو اسے بطیب خاطر لینے کے لئے تیار ہو جائیں گے مگر تلاش شرط ہے۔ پچھلے دنوں لاہور کی ایک مجلس کی دوستوں نے مدد کی اور اس کی طرف سے ایک شائع شدہ اشتہار کی تقسیم میں دوستوں نے ہاتھ بٹایا۔ اسی طرح کراچی کی مجلس خدام الاحمدیہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ انہوں نے یہ شکایت کی کہ بڑے تھوڑے اشتہار پہنچائے گئے ہیں اگر انہیں ایک لاکھ اشتہار بھی دے دیئے جائیں تو وہ انہیں صحیح رنگ میں تقسیم کر دیتے ان کی شکایت کے ازالہ کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ اب دیکھیں وہ کس طرح کام کرتے ہیں۔

ختم نبوت کا ایک اہم نکتہ

میرا ایک اور خطبہ ہے جس میں مَیں نے ختم نبوت کی حقیقت بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو مانتے ہیں۔ ختم نبوت پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ آپؐ کے خاتم الانبیاء ہونے پر ہمارا پختہ یقین اور سچا اعتقاد ہے۔ لیکن کس معنی میں ہم آپؐ کو خاتم النبیین مانتے ہیں میں نے اپنے خطبہ میں اس کی تشریح کی ہے۔ ختم نبوت کے جو صحیح معنے ہیں ان معنوں میں ہم آپؐ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ ہمارے ان معنوں کی رو سے نہ آپؐ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے اور نہ عقلاً کوئی نبی ہو سکتا ہے کیونکہ جیسا کہ میں نے اس خطبہ میں معراج کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے تفصیل سے بتایا ہے۔ (معراج ایک عجیب روحانی تجربہ اور مشاہدہ تھا آنحضرت ﷺ کا) آپؐ کا مقام سدرۃ المنتہیٰ یا عرش رب کریم ہے۔ یہی مقام ختم نبوت یا مقام محمدیت ہے۔ عرش رب کریم کے بعد کسی چیز کے وجود کا امکان ہی نہیں البتہ ساتوں آسمان مادی بھی اور روحانی بھی جس معنی میں بھی ہم آسمان مراد لیتے ہیں اور جس معنی میں وہ آنحضرت ﷺ کو معراج میں دکھائے گئے تھے وہ عرش رب کریم کے بعد نہیں۔ وہ عرش رب کریم کے ورے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی امتی حضرت نبی اکرم ﷺ کے فیوض اور آپؐ کی قوت قدسیہ سے مستفیض ہو کر ساتویں آسمان تک بھی پہنچ جاتا ہے تو اس کا مقام مقام محمدیت سے کہیں ورے ہے۔ وہ خاتم النبیین کے بعد نہیں بلکہ اس سے بہت ورے ہے۔ یہ نکتہ سمجھنے کے قابل ہے۔

آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر تبصرہ

یہ خطبہ بھی کتابی صورت میں چھپ چکا ہے۔ دوست اسے بھی ساتھ لیتے جائیں۔ دوسرا خطبہ جس کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے وہ آزاد کشمیر اسمبلی کی ایک سفارش پر تبصرہ ہے۔ اسمبلی کے نو یا بارہ ارکان نے ہمارے خلاف کفر کا ایک سیاسی فتویٰ پاس کیا تھا۔ اخبارات نے اسے غلط رنگ دے کر شائع کیا۔ بعض احباب کو اس سے پریشانی ہوئی جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ انہیں پتہ نہیں تھا کہ اصل قصہ کیا ہے۔ انہیں صحیح علم بہم پہنچانے کے لئے میں نے یہ خطبہ دیا تھا اور بتایا تھا کہ بعض لوگ 53ء کا نام لے کر پتہ نہیں ہمیں ڈرانے کی باتیں کیوں کرتے ہیں۔ جب کہ 53ء کے فسادات نے ہمیں پہلے سے بھی زیادہ مضبوط اور طاقتور بنا دیا تھا اور ہمارے مخالفین کو کمزور اور ناکام کیا تھا۔ ان کے منہ پر 53ء کا دوبارہ نام بھی نہیں آنا چاہیئے تھا۔

غرض یہ خطبہ بھی ایک چھوٹے سے کتابچہ کی صورت میں چھپ گیا ہے۔ دوست اس کو بھی تقسیم کریں۔ میرے اس خطبہ پر جماعت اسلامی کے ہفت روزہ ”ایشیا“ نے تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ اب احمدیوں کی ٹون بدل گئی ہے۔ حالانکہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ 53ء میں تمہارا جو منصوبہ تھا وہ تھا تو احمدیت کے کمزور کرنے بلکہ مٹانے کے لئے مگر عملاً کمزور تو تم خود ہوئے اور طاقتور ہم ہوئے۔ اس لئے تم 53ء کا نام کیوں لیتے ہو مگر تنقید کرتے ہوئے بات کسی اور طرف لے گئے گویا ہماری ٹون 53ء سے مختلف ہے اور اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اب یہ بڑے طاقتور ہو گئے ہیں۔ ان کا کسی طاقت پر بھروسہ ہے۔ یہ ہے اور وہ ہے۔ پھر اسی طرح میرے اس فقرہ پر بھی تنقید کی ہے جس میں مَیں نے کہا تھا کہ سر کٹیں گے اور یہ بات میں نے اس ضمن میں کہی تھی کہ اگر تم کسی کے سر کاٹنے کی کوشش کرو گے تو کسی کے سر تو ضرور کٹیں گے مگر یہ خدائے علام الغیوب کو پتہ ہے کہ وہ سر کن کے کٹیں گے اور کن کے سلامت رہیں گے۔ اس کے علاوہ تو میں نے کچھ نہیں کہا تھا۔

53ء میں تم نے اندرون لاہور سر کاٹے تھے مگر وہ بارہ ایسے آدمیوں کے سر کٹے تھے جن کو تم نے احمدی سمجھ کر قتل کیا تھا حالانکہ وہ احمدی نہیں تھے۔ احمدیوں کے سر نہیں کٹے۔ اسی واسطے میں نے کہا تھا کہ سر تو کٹیں گے لیکن کس کے کٹیں گے اور کن کے نہیں کٹیں گے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اب وہ بارہ غیر از جماعت دوست جن کے تم نے سر کاٹے اور قتل کر دیا۔ تم دیکھتے نہیں اور اس سے سبق نہیں حاصل کرتے کہ خدا نے تمہارے ہی ہاتھوں سے تمہاری گردنیں کٹوا دیں۔

جماعت احمدیہ کی فتح کا راز

پس یہ تو بہر حال اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے کہ سر کس کے کٹیں گے۔ جب تم فتنہ وفساد کی آگ کو ہوا دو گے تو یہ ہو نہیں سکتا کہ اس کے شعلے تمہارے تک نہ پہنچیں۔ غرض مذکورہ خطبہ جمعہ سے یہ لوگ بہت تلملائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ ہم تو عاجز بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی کی پناہ میں ہیں۔ بحیثیت جماعت دنیا کی ساری طاقتیں اکٹھا ہو کر بھی ہمیں ہلاک نہیں کر سکتیں تاہم انفرادی طور پر ہمیں قربانی دینے کا حکم ہے۔ ہم وہ قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ سب سے آگے قربانی دینے کے لئے میں خود ہوں گا۔ بعض لوگ جسمانی طور پر کمزور یا دلی طور پر بزدل ہوتے ہیں ان پر کوئی الزام نہیں کیونکہ کچھ لوگ کمزور ایمان کے ہوتے ہیں۔ کچھ منافق ہوتے ہیں ان پر بھی کوئی الزام نہیں یہ سب استثناء ہیں۔ ہزار میں سے 999 انشاء اللہ میدان عمل میں سینہ سپر ہو کر ہر قربانی دیں گے۔ ہم مظلوم ہیں اور مظلوم رہنے میں ہماری عزت اور فتح کا راز مضمر ہے۔ مظلوم کی مدد کے لئے آسمان سے ہمیشہ فرشتوں کو بھیجا جاتا ہے۔ ان کی مدد کی جاتی ہے تاہم یہ ضمنی باتیں ہیں ان کی تفصیل آگے چل کر بیان کروں گا۔ چونکہ خطبات کا ضمناً ذکر آ گیا ہے اس لئے میں تمام نمائندگان کو یہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ان خطبات کو اپنے ساتھ لیتے جائیں۔ یہ دونوں خطبات 40-40 ہزار کی تعداد میں چھپائے گئے ہیں۔ موجودہ حالات میں یہ بہت تھوڑی تعداد ہے۔ پہلے تو یہ حال تھا کہ نظارت اصلاح وارشاد میں ایک ہزار کی تعداد میں کوئی کتاب چھپتی تھی اور شوریٰ میں آکر ناظر صاحب شور مچا دیتے تھے کہ نصف سے زیادہ پڑی ہوئی ہے۔ مجھے اس سے بڑا دکھ ہوا کرتا تھا۔ اب میں آپ کو نئی سکیم کے ماتحت تربیت دے رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت بڑی مستعد ثابت ہوئی ہے۔ پہلے ہمارا لٹریچر ایک ہزار بھی پوری طرح تقسیم نہیں ہو سکتا تھا اب آپ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ بھی ہوتا تو تقسیم ہو جاتا۔ ایک اور سلسلہ مضمون رسالوں کی شکل میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو رہا ہے۔ آپ اس کو بھی تقسیم کریں۔ ابھی اس کے بتانے کا وقت نہیں آیا۔ اصل تو ہم نے تبلیغ کرنی ہے وہ تبلیغ جس کا میں ابھی ذکر کروں گا۔

جماعت کو فساد سے بچنے کا حکم

پس پہلا حکم یہ ہے کہ کسی احمدی نے فساد نہیں کرنا۔ دوست اس بات کو اچھی طرح یاد رکھیں۔ ہم نے استثنائی مواقع پر خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اور اس کی رضا کے حصول کے لئے استثنائی حالات میں استثنائی حکم کی پابندی کرنی ہے لیکن ہم نے نہ فساد کرنا ہے اور نہ کسی فسادی کے ساتھ شامل ہونا ہے۔ ہم نے نہ کوئی مفسدانہ منصوبہ بنانا ہے اور کسی فسادی منصوبہ کو

کامیاب ہونے دینا ہے۔ اس کا طریق اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں بتا دیا ہے کہ تمہیں کرنے یا نہ کرنے کے جو حکم دیئے گئے ہیں ان کے اندر حسن پیدا کرو۔ ہر پہلو سے ان کی نوک پلک سنوارو۔ گویا تمہارے ہر کام میں حسن عمل پایا جاتا ہو۔ قرآن کریم میں یہ جو کہا گیا ہے کہ قول لیّن سے کام لو یہ بھی حسن عمل ہے۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنے دشمن سے دوستی پیدا کرو یہ بھی حسن عمل ہے۔ اسی قسم کے اَور بہت سے پہلو گنوائے گئے ہیں اس کی تفصیل میں تو میں اس وقت نہیں جا سکتا کیونکہ بہت لمبا مضمون بیان کرنا ہے۔ آپ میرے لئے دعا کرتے چلے جائیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں بول سکتا ہوں ورنہ تو مشکل ہے۔ سارے پس منظر کو سامنے رکھ کر میں اصل مضمون کی طرف آنا چاہتا ہوں امید ہے آپ غور سے سنیں گے تھکیں گے نہیں۔

غرض احسان فی العمل فتنہ و فساد سے بچاؤ کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس طرح انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں انسان کو خدا تعالیٰ کی محبت ملتی ہے اور پھر وہ خدا کا دامن نہیں چھوڑتا کیونکہ پھر وہ سمجھتا ہے کہ اس مقام سے گر کر انسان پستی میں اتر جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل نہیں کر سکتا۔ ظاہر ہے ایک فسادی بھی اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل نہیں کر سکتا تاہم فسادی بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم ان فسادیوں کی ہے جو الٰہی سلسلوں سے باہر ہوتے ہیں یا سیاسی طور پر مفسد ہوتے ہیں۔ ایک وہ فسادی ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔ اس قسم کا فسادی نفاق کی مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کی علامت یہ بتائی ہے کہ امام وقت عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتا اور عاجزانہ راہوں کی طرف جماعت کی رہنمائی کر رہا ہوتا ہے لیکن منافق کہتا ہے میں تو مصلح ہوں چنانچہ اصلاح کے نام پر فساد بپا کر دیتا ہے۔ گویا جن عاجزانہ راہوں کی طرف الٰہی سلسلہ کو بلایا جاتا ہے اور ان کی تربیت کر کے عاجزانہ راہوں پر ان کو چلایا جاتا ہے منافق ان عاجزانہ راہوں کو ٹھکرا کر اور مصلح ہونے کا دعویٰ دار بن کر دین کے میدان میں آ ٹپکتا ہے۔

خدا کے بندے عاجزانہ راہوں پر قدم مارتے ہیں

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا منافق نہیں بننا۔ مصلح ہونے کا دعویٰ نہیں کرنا بلکہ اپنے آپ کو خدا کا ایک عاجز بندہ سمجھنا ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ خدا کے دامن کو چھوڑ کر اگر کسی نے اپنی پگڑی کی طرف اشارہ کیا اور بڑے پگڑ پہن کر بزرگ ہونے کا احساس دل میں پیدا کیا تو گویا وہ مارا گیا۔ کوئی آدمی اپنے ہاتھ سے اپنی حقیقی کامیابی یا عزت کا سامان نہیں پیدا کر سکتا۔ عزت آسمانوں سے آتی اور خدا کے حکم کے بغیر نہیں مل سکتی۔ اس کے لئے عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ منافق کی ایک

بڑی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ جن عاجزانہ راہوں پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو چلایا اور جن پر ان کی عظیم حرکت ایک لمبے عرصہ تک قائم رہی پھر جن عاجزانہ راہوں پر خلفائے راشدین نے امت مسلمہ کو چلایا اور جس کے نتیجہ میں وہ دُور دُور تک پھیل گئے اور پھر اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں جن عاجزانہ راہوں پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے محبوب مہدی علیہ السلام نے آپؐ کے ظل کامل ہونے کی حیثیت میں امت محمد کے اس حصہ کو جو اس زمانہ میں پیدا ہوا اور جس نے خدمت اسلام کا عالمگیر فریضہ بجالانا ہے یعنی جماعت احمدیہ کو چلایا اور جن عاجزانہ راہوں پر مہدی معہود کے خلفاء جماعت کو چلا رہے ہیں۔ منافق کھڑا ہوتا ہے اور مصلح بنتا اور عاجزانہ راہوں کو چھوڑتا اور اپنے زور بازو سے خدا کی نگاہ میں اپنے لئے عزت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ خدا کی نگاہ سے گرتا اور خدا کے حضور سے دھتکار دیا جاتا ہے۔

نفاق سے بچنے کا تیز آلہ

پس دوست چوکس اور بیدار رہیں اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ نفاق کا کوئی پہلو اپنے اندر پیدا نہیں ہونے دینا اور نفاق کے کسی پہلو کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں برداشت نہیں کرنا ورنہ آپ کا قدم اس شاہراہ سے ہٹ جائے گا جو Carpeted ہے یعنی بڑی ہموار اور صاف ستھری سڑک ہے۔ اس پر چلنے سے نہ دھکے لگتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ البتہ قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ ایثار دکھانا پڑتا ہے یہاں تک کہ جان کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ تکلیفیں آتی ہیں تو ان کا کوئی بوجھ محسوس نہیں کیا جاتا۔ اس بارے میں کسی نے کہا خدا کے محبوب بندوں کو تکالیف کیوں پہنچتی ہیں۔ مہدی معہود علیہ السلام نے فرمایا تمہارے نزدیک جن لوگوں کو تکالیف پہنچتی ہیں ان سے جا کر پوچھو کہ جو واقعات تمہیں تکلیف دہ نظر آتے ہیں ان میں ان کو لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے یا تکلیف پہنچ رہی ہوتی ہے۔ اگر ان کو تکلیف اور ایذاء محسوس نہیں ہوتا بلکہ لذت اور سرور ملتا ہے تو پھر تم اسے تکلیف اور ایذاء کیسے سمجھتے ہو کیونکہ تکلیف اور ایذاء دہی کا نتیجہ احساس پیدا کرتا ہے مگر جو لوگ خدا کی راہ میں دکھ سہتے ہیں انہیں آرام اور لذت حاصل ہوتی ہے۔

غرض ہم شاہراہ اسلام پر آگے بڑھ رہے ہیں۔ یہ ایسی شاہراہ ہے جس پر تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد نشان منزل بنے ہوئے ہیں بعض ملکوں نے نئی اور بڑی بڑی سڑکیں بنائیں اور ان پر موڑ کاٹنے کے نشان لگا دیئے اور سمجھا کہ انہوں نے بڑا معرکہ مارا ہے یعنی جہاں سے موڑ مڑنا ہوتا ہے اس سے دس میل ورے ایک نشان بنا دیتے ہیں یہ بتانے کے لئے کہ دس میل

دُور فلاں جگہ پر سڑک مڑتی ہے۔ اسی طرح کے اَور نشان بھی ہوتے ہیں حتّٰی کہ چند سو گز پر پھر سو گز پر نشان ہوتا ہے کہ وہ موڑ آیا چاہتا ہے گویا یہ موڑ جو دس میل کے فاصلے پر تھا اس کے لئے کئی علامتیں بنائی گئیں۔ کئی نشان راہ بنائے گئے مگر ان کے دو نشانوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہے لیکن جماعت احمدیہ پر خدا تعالیٰ کی محبت کے نشان قدم قدم پر نظر آتے ہیں۔ قدم قدم پر ایک نشان راہ ہے کہ یہ سیدھا راستہ ہے تم آگے بڑھو یہ ہموار راستہ ہے تم آگے بڑھو۔ خدا کے اس پیار کو دیکھ کر اور اس کے پیار کے نشانوں کو دیکھ کر بھلا ہم منافق اور فسادی کی باتیں سنیں گے یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا۔

پس دوست یاد رکھیں کہ نہ فساد کرنا ہے نہ قانون شکنی کرنی ہے نہ نفاق کے فساد کو پیدا ہونے دینا ہے خود بھی اس سے بچنا ہے اور اپنی نسلوں کو بھی اس سے بچانا ہے۔ اسی طرح نفاق کے فساد کو برداشت بھی نہیں کرنا۔ برداشت نہ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قصائی کی چھری سے اسے کاٹ دینا ہے بلکہ برداشت نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے تدارک کے لئے جو تیز آلہ ہمارے ہاتھ میں دیا ہے اس آلہ کو بروئے کار لا کر ہم نے نفاق کے فساد کو برداشت نہ کرنے کا مظاہرہ کرنا ہے۔ پس موجودہ حالات میں قرآن کریم کی تعلیم کی رو سے پہلی بات جو آپ کے سامنے لانی چاہیئے تھی اسے میں نے بیان کر دیا ہے۔

ظلم کے تدارک کے لئے عمل صالح پر زور دیں

دوسرا بنیادی حکم جو اس وقت میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَمَّاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ۔ (آل عمران :58)

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الۡبَغۡیُ هُم یَنۡتَصِرُوۡنَ ۔ وَجَزٰٓؤُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثۡلُهَا فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ ۔ (الشوریٰ:40-41)

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے ظلم کے مقابلہ میں عمل صالح کو رکھا ہے اور یہ اعلان فرمایا ہے کہ جو لوگ اعمال صالحہ بجا لائیں گے اور جن کی زندگی کا مقصد اصلاح احوال کرنا ہو گا اللہ تعالیٰ ان کو پوری پوری جزاء عطا فرمائے گا اس کے برعکس وہ

لوگ جو اعمال صالح نہیں بجالاتے اور جن کا مقصد اصلاح نہیں بلکہ ظلم ہوتا ہے ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حقیقی انعام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر نازل ہوتا ہے وہ تو اس کا پیار ہے لیکن وہ اپنی بد اعمالیوں اور ظلم کی وجہ سے اس کے پیار سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

دراصل ان آیات میں اعمال صالحہ کے مقابلہ میں دونوں جگہ ظلم کے لفظ کا استعمال خالی از حکمت نہیں ہے۔ اس میں ایک بڑا ہی حسین، بہت ہی لطیف اور نہایت گہرا مضمون بیان ہوا ہے۔ میں اس وقت اس مضمون کی وسعتوں میں تو نہیں جا سکتا البتہ جماعت پر یہ امر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جماعت کا ہر فرد ہمیشہ اس بات کو مد نظر رکھے کہ اس نے کبھی بھی ظلم نہیں کرنا یعنی کسی کو اس کے حق سے محروم نہیں کرنا خواہ دوسرا آدمی آپ کی کتنی ہی حق تلفی کیوں نہ کر رہا ہو اس کا حق اسے ضرور ملنا چاہیئے۔

یہ ایک بڑا بنیادی حکم ہے خصوصًا ان حالات میں جن میں سے ہم یعنی جماعت احمدیہ کے افراد گذر رہے ہیں ان احکام کی طرف خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ مخالفین ایسے حالات پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ کسی طرح جماعت احمدیہ کا قدم ڈگمگا جائے۔ اس میں یک جہتی قائم نہ رہے۔

ظلم کی لغوی تشریح

ظلم کے لغوی معنی ہوتے ہیں جہاں کوئی چیز ہونی چاہیئے وہاں نہ رکھی جائے یعنی وَضْعُ الشَّیْ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِہٖ ظلم کے اصطلاحی معنے حق تلفی کے ہوتے ہیں گویا کسی کے حقوق کی حق تلفی ظلم کہلائے گی مثلاً ہر شخص کا یہ حق ہے کہ اس کو گالی نہ دی جائے۔ اگر وہ شخص جس کا یہ حق ہے آپ کو گالی دے اور آپ جواب میں اسے گالی دیں تو گویا آپ کا یہ فعل ظلم کے مترادف ہے۔ گو دونوں نے گالی دے کر ایک جیسا فعل کیا لیکن آپ کا جواب میں گالی دینے سے دونوں میں کوئی فرق نہ رہا۔ ایک نے آپ کے اس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ آپ کو گالی نہیں دینی چاہیئے تھی اور جوابًا آپ نے بھی اس کے اس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ اسے گالی نہیں دینی چاہیئے تھی۔ میں نے اس لئے آگے ایک مستقل عنوان رکھا ہوا ہے یہاں اس کی ایک مثال بیان کر دی ہے۔

غرض ظلم کے نتیجہ میں جب فساد پیدا ہوتا ہے تو پھر اصلاح احوال کی صورت بمشکل باقی رہتی ہے۔ اگر ایک شخص (اب میں بالکل دوسری مثال لے لیتا ہوں) شور مچا دیتا ہے کہ بلوچستان میں ایک پنجابی کو مار دیا گیا ہے اس واسطے یہاں بلوچیوں کو پکڑ لو اور ان کو جان سے مار دو تو یہ ظلم ہے اور فساد فی الارض کے مترادف ہے۔ اگر بلوچستان کے صوبے میں جو پاکستان ہی کا ایک حصہ ہے وہاں کے ایک آدمی نے ظلم کی راہ کو اختیار کرتے ہوئے ایک شخص کو قتل کر دیا جو اتفاقاً پنجابی تھا تو قطع نظر اس کے کہ اتفاقاً قتل ہو گیا یا عمداً قتل کیا گیا اس واقعہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا اس نیت سے کہ بین الصوبائی نفرت پیدا ہو جائے اور قتل وغارت کا بازار گرم ہو سراسر ظلم ہے کیونکہ حق تلفی ایک اَور حق تلفی کی اجازت نہیں دیتی یعنی اس واقعہ سے کسی پنجابی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی معصوم بلوچی مزدور کو جو اپنے بیوی بچوں کو لے کر یہاں مزدوری کر رہا ہے طیش میں آکر اس کی گردن کاٹ دے۔ چنانچہ اسی لئے ظلم کے مقابلہ میں غیر اسلامی معاشرہ میں ظلم پیدا ہوتا ہے لیکن اسلامی معاشرہ میں اصلاح پیدا ہوتی ہے کیونکہ اسلام میں ظلم کے مقابلہ پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

اسلامی اور غیر اسلامی معاشرہ کا فرق

اب دیکھیں اسلامی اور غیر اسلامی معاشرہ میں کتنا عظیم فرق ہے۔ غیر مسلموں کے ہاں اس قسم کی اصلاح کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ایک بادشاہ کے قتل ہونے پر پہلی جنگ عظیم شروع ہو گئی تھی۔ جس میں ہزاروں لاکھوں جانیں تلف ہوئیں۔ اسی طرح زمانہ حال میں امریکہ نے ویت نام میں عجیب ظلم و بربریت کا مظاہرہ کیا ہے۔ امریکن کہتے تھے جب تک تم چند گنتی کے امریکی قیدیوں کو واپس نہیں کرو گے ہم بمباری بند نہیں کریں گے۔ خدا کے بندو! تمہارے بموں سے جو آدمی مر رہے ہیں ان کا تمہارے قیدیوں سے کیا تعلق ہے۔ گویا انہوں نے اپنے عمل سے دنیا کے سامنے یہ ثابت کیا کہ ہمارے معاشرہ میں ظلم کے نتیجہ میں ظلم پیدا ہوتا ہے۔ اگر ظلم کے نتیجہ میں ظلم پیدا ہوتا ہے تو ظلم کبھی ختم نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک ظلم کے نتیجہ میں ظلم نمبر 2 اور پھر اس کے نتیجہ میں ظلم نمبر 3 اور پھر ظلم نمبر 4 اور اسی طرح ہوتے ہوتے بے شمار ظلم کے سلسلے چل پڑیں گے۔ گویا غیر مسلم معاشرہ ظلم کی پیداوار کا ذریعہ بنتا ہے لیکن مسلم معاشرہ میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں کو تمہارے ذہنوں کو اور تمہاری عقلوں کو پکڑ لیا ہے اور فرمایا ہے ہم تمہارے ہاتھ سے ظلم نہیں ہونے دیں گے۔

ظلم کا بدلہ لینے کی اسلامی تعلیم

پس یہ بات بھولنے والی نہیں ہے جو شخص ظلم کرتا ہے اس کے ظلم کا بدلہ دو طرح لیا جا سکتا ہے یا حکومت وقت بدلہ لیتی ہے جو اپنے مقرر کردہ قوانین کی روشنی میں اور یا پھر ان استثنائی احکام کی روشنی میں جو ایسی صورت میں وقت کے قانون نے بھی دیئے ہیں اور شریعت نے بھی دیئے ہیں۔ انسان خود بدلہ لیتا ہے لیکن جس وقت ایک مسلمان جسے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ظلم کے مقابلہ میں ظلم نہیں کرنا گو استثنائی صورت میں اجازت ہے مگر ساتھ یہ بھی فرمایا ظلم نہیں کرنا ہاں بدلہ لینا ہے اس کی آگے بہت سی شقیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو ظالم نہیں ہے اس سے بدلہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح فساد کی جڑ پیدا ہوتی ہے۔ صوبہ سرحد اور پنجاب کا جھگڑا، پنجاب اور سندھ کا جھگڑا، سندھی اور بلوچی کا جھگڑا، بلوچی اور پنجابی کا جھگڑا، سندھی اور سرحدی کا جھگڑا اور اسی قسم کے کئی دوسرے جھگڑے عجیب پاگل پن کی دلیل ہیں۔ ہم جن کے رگ وریشہ میں اور جن کی روحوں میں قرآن کریم کی تعلیم رچی بسی ہوئی ہے ہمیں یہ باتیں سمجھ ہی نہیں آتیں۔ جب ہمارے پاس کوئی اس قسم کی بات آتی ہے تو یوں لگتا ہے کہ کوئی پاگل بول رہا ہے۔ اس لئے کہ اسلام نے یہ کہا ہے کہ دنیا میں ظلم بھی ہوں گے کیونکہ میں نے شیطان کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ وہ جا کر میرے بندوں کو بہکائے۔ پس ظلم کے مقابلہ میں بھی ظلم ہوگا لیکن میرے نیک بندے ظلم کے مقابلہ میں ظلم نہیں کریں گے بلکہ ظلم کو کاٹیں گے یعنی ظلم کی راہوں کو بند کریں گے اور اگر بدلہ بھی لینا ہے اور اگر سزا بھی دینی ہے تو ظالم کو دی جائے گی۔ یہ نہیں کہ کسی کا گلا یہ کہہ کر کاٹ دیں گے کہ یہ اس کا دوست ہے یا یہ اس کے شہر کا رہنے والا ہے یا یہ اس کے صوبے کا رہنے والا ہے یا یہ اس کے ملک کا رہنے والا ہے یا یہ فلاں براعظم کا رہنے والا ہے یا یہ سیاہ فام افریقی ہے۔ عجیب نفرت ہے۔ کہتے ہیں ہم ان کا وجود برداشت ہی نہیں کر سکتے۔ خود ان لوگوں کے خلاف جو مرضی کر لیں مگر ان کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلامی معاشرہ میں کسی پر کوئی ظلم روا نہیں رکھا گیا اور نہ ظلم کی اجازت دی گئی ہے۔ ظالم پر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ جو قانون سزا دیتا ہے اور جو شریعت سزا دیتی ہے اس سے آگے نہیں جانا۔ اس میں بھی اگر کوئی جھلک اصلاح کی نظر آئے تو خدا کی رضا کے حصول کے لئے اصلاحی پہلو کو اختیار کرنے اور معاف کر دینے کا حکم ہے۔ اصل چیز اصلاح ہے۔ فساد کو روکنا ہے۔ ظلم ہو جائے تو دو چیزیں انسان کے ذہن میں آتی ہیں ایک یہ کہ انسان سمجھتا ہے میں بڑا طاقتور اور مضبوط ہوں اور بڑا غیرت مند ہوں۔ چاہے ہمارا خاندان تباہ ہو جائے کوئی پرواہ نہیں ہم تو ظلم کا بدلہ ظلم کر کے لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ کسی بے گناہ کو قتل کر دیتے ہیں۔ یہ سراسر غلط انداز فکر ہے۔ ایک یہ شکل پیدا

ہوتی ہے کہ ایک ایسا شخص جو ہمارے خلاف ظلم کی راہ اختیار کرتا ہے جس نے نہ خدا کو پہچانا اور نہ محمد ﷺ کی عظمت کو دیکھا۔ اسلامی تعلیم اس کے ذہن میں نہیں گھسی اور اس کے نور سے اس کی روح منور نہیں ہوئی۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ اس کے ظلم کو بند کرنے کی راہیں تو میں تمہیں دکھاؤں گا مگر ظلم کے مقابلہ میں ظلم کرنے کی میں تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔

فساد کو روکنے کی بنیادی تعلیم

پس یہ وہ بنیادی تعلیم ہے جو فساد کو روکنے کے لئے ہمیں دی گئی ہے اور یہی وہ بنیادی تعلیم ہے جس پر ہم نے چلنا ہے لیکن چونکہ لوگ ظلم کرتے اور ہمیں گالیاں بھی بڑی کثرت سے دیتے ہیں اس لئے میں نے تیسرے نمبر پر خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد نوٹ کیا ہے۔ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ اگرچہ یہ حکم ایک خاص مضمون کے سلسلہ میں دیا گیا ہے لیکن یہ ایک بنیادی حکم کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ بہت سی دوسری آیات بھی اسی بنیادی حکم کی طرف اشارہ کر رہی ہیں یعنی کسی کو گالی نہیں دینی حتّٰی کہ کسی گالی نکالنے والے کو بھی گالی نہیں دینی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں میں ایک جگہ فرمایا کہ اگر تم جو میری طرف منسوب ہوتے ہو گالی دینے والے کو گالی دوگے تو تم میں اور اُن میں فرق کیا رہ جائے گا۔ یہ ایک بڑی موٹی بات ہے جسے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے اس لئے اسے بیان کر دیا اور ہمیں مضمون سمجھا دیا کہ گالی کے مقابلہ میں کسی کو گالی نہیں دینی۔ چنانچہ لوگ جماعت احمدیہ کو بہت گالیاں دیتے تھے اور اب بھی دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہماری تربیت کی خاطر ان کو اپنی کتابوں میں درج کر دیا۔ اسی طرح جو لوگ آنحضرت ﷺ کو گالیاں دیتے ہیں وہ بھی نقل کر دیں تا کہ انسانی تاریخ لوگوں کے اس گھناؤنے کردار کو مٹانے کی کوشش نہ کرے۔ ظلم کے رنگ میں نہیں بلکہ شرمندگی کی وجہ سے۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہی گروہ جو بے نقط گالیاں دینے والا ہے ان کے دل اسلام کے نور سے منور ہو جائیں گے تو یہ اور ان کی نسلیں کہیں گی کہ ہٹاؤ یہاں سے کیا بکواس کرتے رہے ہو۔ ان کی اس مخالفانہ خواہش کے نتیجہ میں تاریخی کمزوری پیدا ہوئی تھی اس واسطے آپؑ نے ان کو ریکارڈ کر دیا تا کہ تمہیں دعاؤں کا موقع ملے۔ تمہاری نسلوں کو موقع ملے۔ تم اس سے بچ نہیں سکتے۔ تم اس کا کفارہ دو اپنے خون سے، اپنے جذبات سے اپنے اوقات کے خرچ کرنے سے اور عاجزانہ راہوں کو اختیار کر کے۔ یہ کفارہ تمہیں اور تمہاری نسلوں کو دینا پڑے گا ورنہ ایک نسل کے لئے تو ان کو محفوظ رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ میں

سمجھتا ہوں کہ اگر صرف ایک ہی نسل کو اتنے عظیم گناہ اور ظلم کا کفارہ دینے کی ضرورت ہوتی تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی کتب میں اس گندہ دہنی کو محفوظ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

ظلم اور گندہ دہنی گناہ عظیم ہے

پس ظلم اور گندہ دہنی خدا کی نگاہ میں ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں بتایا ہے کہ ایک نسل نے گناہ کیا تو اس کا کئی نسلوں کو کفارہ دینا پڑے گا۔ تب وہ گندہ داغ اُن خاندانوں کے چہروں سے دھویا جائے گا ورنہ نہیں دھویا جائے گا۔ وہ اپنے خون سے دھوئیں گے۔ تب وہ داغ دُور ہو گا۔ جو گند ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے خلاف اچھالا تھا اس گند کو دھونے کے لئے ان کی نسلوں کو آب زمزم کی ضرورت نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے خون کے ساتھ اس گند کو دھویا تب وہ دھبے مٹ گئے جو ان کے آباؤ اجداد نے ان کے چہروں پر لگائے تھے وہ سوچتے تھے اور استغفار پڑھتے تھے کہ ان کے آباؤ اجداد نے کیا کیا۔ اسی طرح آج کے زمانہ میں بھی بعض خاندان ہیں جن کو استغفار کرنا پڑے گا کیونکہ سب و شتم ان کا وطیرہ ہے تاہم ہمیں یہ تلقین کی گئی ہے (اور اس کی بڑی اہمیت ہے) کہ گالی کے مقابلہ میں گالی نہیں دینا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ گاؤں کا ماحول ہی ایسا ہوتا ہے۔ نہیں گاؤں میں تم نے جانوروں کو بھی گالی نہیں دینی چہ جائیکہ انسان کو گالی دی جائے اسی طرح آپ نے کسی انسان کے مقابلہ میں بھی گالی نہیں دینی۔ سب و شتم کی راہ کو بالکل اختیار نہیں کرنا یہ بہت بری بات ہے۔ ورنہ وہ معاشرہ جو اللہ تعالیٰ دنیا میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ پیدا کرنا چاہتا ہے اور جس کے نتیجہ میں اسلام کو غالب کرنا چاہتا ہے وہ پیدا نہیں ہو گا۔

حدود اللہ سے تجاوز نہ کرنے کی تعلیم

ایک اور بنیادی حکم جس کا تعلق نہی سے ہے وہ اپنی ساری زندگی اور زندگی کے ہر شعبہ میں حدود سے تجاوز نہ کرنے کے متعلق ہے یہ ایک بڑا ہی بنیادی حکم ہے۔ حدود سے تجاوز کرنے کو عربی زبان میں اِعْتَدَاء کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (اعراف:56)

ایک دوسری جگہ فرماتا ہے: وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ(اعراف:57)

اعتداء بھی چونکہ فساد ہی کی ایک شکل ہے اس لئے میں نے دوسری آیت بھی لے لی اپنے مفہوم کے لحاظ سے تاکہ مطلب واضح ہو جائے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا(بقرہ:230)

اور ایک جگہ فرماتا ہے:۔

مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ(نساء:15) گویا حدود سے تجاوز کرنا اسلام کی اصطلاح میں اعتداء کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے جو حدود قائم کی ہیں ان پر قائم رہو یہ بھی ایک بنیادی حکم ہے جس کا اوامر و نواہی کے ساتھ تعلق ہے اوامر کے ساتھ زیادہ نمایاں ہو سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری زندگیوں کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے لئے اور اپنے پیار اور نعماء کے حصول کا اہل بنانے کے لئے حدود مقرر کر دی ہیں۔ مخلوقات میں سے کوئی چیز ان حدود سے آگے نہیں نکل سکتی۔ نہ کسی کو یہ اختیار دیا گیا ہے مگر جاہل انسان کبھی ان سے آگے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس حدود سے تجاوز نہیں کرنا کسی کی مدح کرنے میں تجاوز نہیں کرنا کسی کی برائی بیان کرنے میں تجاوز نہیں کرنا۔ جہاں یہ ایک لطیف مضمون ہے وہاں یہ ایک نازک مضمون بھی ہے۔ اسی واسطے میں سوچ میں پڑ گیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس ہے جس میں آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ نہ کریں کہ اس کا نتیجہ ہوتا ہے بلکہ فرمایا ہے کہ اس میں جو حد سے تجاوز کر جائے۔ (اس واسطے کہ باقی اوامر و نواہی میں کسی نہ کسی شکل میں عام طور پر استثناء رکھے گئے ہیں) لیکن جو حدود سے تجاوز کرتا ہے وہ اپنی جگہ ایک بالکل مستقل حقیقت ہے اور وہ قائم رہتی ہے یعنی استثناء بھی ہوتا ہے اور حد سے آگے نہ بڑھنے کا حکم بھی اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔

پس عام طور پر دنیا میں جو فساد نظر آتا ہے وہ اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگ حدود سے تجاوز کرتے ہیں مثلاً جتنا کسی نے کسی کو دکھ پہنچایا ہو ستم رسیدہ شخص قانون سے یہ توقع رکھتا ہے کہ قانون حدود سے تجاوز کر کے زائد سزا دے ورنہ کہتے ہیں کہ یہ مجسٹریٹ تو اچھا نہیں ہے یا ہائی کورٹ نے بڑی نالائقی کی ہے اور فیصلہ اچھا نہیں کیا۔ اصل بات یہ

ہوتی ہے کہ لوگ اپنی سوچ اور فکر میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حد سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ اعراف میں فرماتا ہے کہ تم یہ بنیادی صفت جو بڑی اہم ہے اسے اپنے زور سے حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تک عاجزانہ طور پر متضرعانہ دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل نہ کرو اس وقت تک تم یہ صفت کہ ہم اعتداء نہیں کریں گے ہم معتدی نہیں بنیں گے اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتے۔

پس ہم سب کو مجھے بھی اور آپ کو بھی ہمیشہ یہ دعائیں کرتے رہنا چاہئے اور اس دعا پر استقامت اختیار کرنی چاہیئے کہ ہم سے کبھی یہ غلطی سرزد نہ ہو کہ اپنی حدود سے تجاوز کر جائیں۔ انسانی جذبات کو ٹھیس پہنچانے والی ہزار چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعض دفعہ غلط سوچ کی وجہ سے انسان کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے۔ ایسا احساس بھی درست نہیں ہوتا مثلاً کہنے والے کے دماغ میں وہ چیز نہیں ہوتی مگر سننے والا اس سے ایک غلط نتیجہ اخذ کرتا اور اپنے جذبات کو ٹھیس پہنچاتا ہے۔ ایسے موقع پر انسان کا احساس کبھی کچھ ہوتا ہے اور کبھی کچھ ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے بچپن کا ایک واقعہ

دراصل انسان حدود سے اس وقت تجاوز کرتا ہے جس وقت وہ انانیت کو اختیار کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ یہ اس کاردعمل خدا کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ نفسانیت اور نفسانی خواہشات کے نتیجہ میں ہوتا ہے وہ پلٹتا ہے اور چپیڑ لگاتا ہے۔ میرا اپنا واقعہ ہے۔ بالکل بچپن کی بات ہے ایسے بچپن کی جب نیکی بدی کا شعور بھی نہیں ہوتا لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے نفس پر قابو رکھنے کی توفیق بخشی اس لئے یہ واقعہ مجھے ابھی تک یاد ہے۔

میں جب مدرسہ احمدیہ میں پڑھا کرتا تھا اور میری عمر دس بارہ سال تھی۔ عشاء کی نماز کے متعلق عام طور پر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی مجھے ہدایت تھی کہ میں مسجد اقصیٰ میں جا کر نماز پڑھ لیا کروں کیونکہ وہاں نماز جلدی ہو جاتی تھی۔ دوسرے اس لئے بھی کہ اس عمر میں پڑھنے والے بچے کو جلدی سونا چاہیئے۔ مسجد مبارک میں نماز دیر سے ہوتی تھی کیونکہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ دن رات خدا کے کام میں مشغول رہتے تھے۔ دوست انتظار میں بیٹھے بیٹھے ذکرِ الٰہی کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بھی بعض دفعہ احباب سے فرمایا کرتے تھے کہ آپ مسجد میں بیٹھے ہیں دعائیں کریں۔ میں سلسلہ کا اہم کام کر رہا ہوں اس سے فارغ ہو کر نماز پڑھاؤں گا۔ چنانچہ کبھی تو آپ دس بجے رات نماز

پڑھاتے تھے۔ میں نے خود بھی اتنی دیر سے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ اس لئے حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا مجھے فرمایا کرتی تھیں کہ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کے لئے چلے جایا کرو۔

آپ میں سے بہت سے دوستوں نے قادیان کی مسجد مبارک کو دیکھا ہوا ہے۔ مسجد مبارک کی ورلی سیڑھیاں ایک تنگ گلی میں کھلتی ہیں وہاں ان دنوں بڑا سخت اندھیرا ہوتا تھا۔ ایک دن عشاء کے وقت جب میں نماز پڑھنے کے لئے نیچے اترا تو عین اس وقت مدرسہ احمدیہ کے طلباء قطار میں مسجد اقصیٰ کی طرف نماز پڑھنے کے لئے جارہے تھے۔ گلی میں اندھیرا چھایا ہوا تھا میں نے قطار کے اندر شامل ہونے کی کوشش کی میرے سامنے اتفاقاً ایک ایسا طالب علم آگیا جس نے سلیپر پہنے ہوئے تھے اور جب وہ قدم اٹھاتا تھا تو پہلے ایڑھی اٹھتی تھی اور پھر سلیپر۔ اس میں کچھ خلا آجاتا تھا۔ میں اس کے پیچھے تھا مجھے کچھ نظر نہیں آرہا تھا اتفاقاً میرا پاؤں اس کے سلیپر پر پڑا اور اسے ٹھوکر لگی۔ پھر اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اس نے پیچھے مڑ کر میرے منہ پر زور سے چپیڑ لگائی۔ میں نے خدا کے فضل سے اپنے نفس پر قابو رکھا اور قطار سے ہٹ گیا کیونکہ مجھے یہ پتہ تھا کہ دس قدم آگے جا کر روشنی آجائے گی تو پھر اسے پتہ لگ جائے گا کہ میں نے اسکے سلیپروں پر پاؤں رکھا ہے تو اسے اپنے کئے پر شرمندگی ہوگی کہ وہ کیوں اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکا۔ اسے اس شرمندگی سے بچانے کے لئے میں نے چپیڑ کھائی اور قطار سے پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور پندرہ بیس لڑکوں کے بعد میں آگے بڑھا یہ میری فطرت کا ایک اظہار تھا۔

خدا کی قائم کردہ حدود سے تجاوز

پس میں اپنے دوستوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تمہارے نفس کا ردعمل تمہاری نفسانی خواہشات کے مطابق نہیں ہونا چاہیئے۔ دنیا جو مرضی چاہے کرے تم قسم کھاؤ کہ تم اپنے نفس کے کبھی غلام نہیں بنو گے بلکہ اپنے خدا اور اس کے غلاموں کے غلام بنو گے۔ خدا نے تمہیں احکام دیئے ہیں۔ خدا نے تم پر فضل کیا اور تمہاری معاشرتی، اجتماعی زندگی ہی نہیں تمہاری انفرادی زندگی کے لئے بھی حدود قائم کر دی ہیں اور بڑی پیاری حدود قائم کی ہیں۔ تم اعتداء کی راہوں کو اختیار کر کے ان حدود کو پھلانگنے کی کوشش نہ کرو۔ یہی ایک بنیادی بات ہے جس کی طرف میں آج کہاں کہاں سے آپ کو بلا کر آپ کی توجہ پھیرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ جو حالات پیدا ہو رہے ہیں اور جن کے متعلق خطرہ ہے اور جن کا میں ابھی ذکر کروں گا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان باتوں کو یاد رکھیں جو ان خطرات سے محفوظ رہنے میں مدد دیتی ہیں۔

اسکے بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ اقتباسات پڑھوں گا اور جتنے اکٹھے ہو سکے ہیں وہ میں پڑھتا چلا جاؤں گا۔ میں نے ان کے کچھ عنوانات بنائے ہوئے ہیں تھوڑے ہیں لیکن ہیں ضرور۔ یہ اقتباسات اس خواب کی بناء پر اکٹھے کروائے گئے ہیں جس کا میں نے شروع میں ذکر کیا تھا اور جس میں دیکھا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تقریر کر رہے ہیں اور جماعت کو سمجھا رہے ہیں کہ وہ خلیفہ وقت کی ہدایات پر عمل کرے۔ میں یہ اقتباسات آپ ہی کے الفاظ میں پڑھ دوں گا۔ مجھے آپ بھول جائیں۔ آپ اس پیار ہستی کو یاد رکھیں جس کی تحریرات کے یہ اقتباسات ہیں۔

جماعت احمدیہ کی مخالفت کی اصل وجہ

قبل اس کے کہ میں وہ اقتباسات پڑھنے شروع کروں، میں وہ وجہ مخاصمت بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو ہمارے اور ہمارے مخالفین کے درمیان پائی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کئی جگہ اشارے فرمائے ہیں۔ میں نے اس بارہ میں بہت سوچا بڑا غور کیا اور آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ امت مسلمہ کے اندر حضرت مہدی معہود علیہ السلام کے خلاف جو مخالفانہ جوش اور معاندانہ تعصب پایا جاتا ہے وہ صرف اور صرف اس لئے ہے کہ حضرت مہدی معہود علیہ السلام کا قلب سلیم اللہ تعالیٰ کی انتہائی محبت اور آنحضرت ﷺ کے عشق سے معمور تھا۔ مخالفت کی اصل وجہ یہی تھی۔ بالفاظ دیگر حسد ہے کوئی اَور سبب اس کا بظاہر نظر نہیں آتا۔ خالی حسد ہی نہیں اس کے ساتھ جہالت بھی شامل ہے۔ وہ عظمت اور وہ شان جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں آنحضرت ﷺ کی ہے جسے اللہ کے فضل سے مہدی معہود نے دیکھا اور پہچانا اور جس کے متعلق عاشقانہ رنگ میں اظہار فرمایا اس کو علمائے ظاہر یا دوسرے مخالفین و معاندین جو امت محمدیہ ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں پہچانتے نہیں یا اس حقیقت کو جس رنگ میں بیان کیا گیا ہے اس کو سمجھتے نہیں کیونکہ عشق و وفا کی باتیں عاشقانہ دل ہی سمجھا کرتا ہے۔

کفر و عناد کی شیطانی روح

پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں تو عاشقانہ باتوں کو وہ سمجھے نہیں کہیں ان عاشقانہ باتوں کی وجہ سے ان کے دل میں ایک حسد اور جلن پیدا ہو گئی۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ شیطان جہالت میں تو نہیں مارا گیا تھا۔ شیطان معرفت رکھنے کے باوجود مطعون و ملعون ٹھہرا تھا۔ کیونکہ وہ بھٹکے ہوئے انسان کے پیچھے کفر اور ظلم اور گندگی کی روح ہے۔ شیطان نے اللہ سے کہا تھا یہ انسان جس کو تُو اختیارات دینے لگا ہے یہ دنیا میں فساد برپا کرے گا اس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ انسانوں میں سے بعض فساد نہیں کریں گے بلکہ خدا نے فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے اس کا یہ کہنا کہ میں بڑا عالم ہوں ایک حد تک درست بھی ہے۔ بہر حال وہ کم علم نہیں تھا۔

فرشتے اور شیطان میں فرق

قرآن کریم میں جہاں شیطان اور فرشتوں کا ذکر آتا ہے وہاں ان کے علم میں تفاوت یا تضاد یا فرق نظر نہیں آتا البتہ جذبہ اطاعت میں اور منکسرانہ راہوں کو اختیار کرنے یا نہ کرنے میں فرشتے اور شیطان میں فرق ضرور نظر آتا ہے۔ چنانچہ آج بھی کئی ایسے لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت الٰہی اور عشق رسول کو سمجھتے تو ہیں مگر صداقت کا اقرار نہیں کرتے۔ بعض لوگ جماعت احمدیہ پر نازل ہونے والے نشانات دیکھتے تو ہیں مگر حق کا اظہار نہیں کرتے۔ بعض لوگ احمدیت کی صداقت کو پاتے تو ہیں لیکن اس کے انکار پر اصرار بھی کر رہے ہوتے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی محبت الٰہی اور عشق رسول

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ اتنی شدید محبت کا تعلق ہے اور ایک نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے جس پر آپ اپنا نفس، اپنا آرام، اپنی خواہشات، اپنا خاندان، اپنے بچے، اپنے رشتہ دار اور اپنے دوست غرض دنیا کی ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ محبت الٰہی اور عشق رسول کا یہ ایک عظیم رشتہ ہے ایک اٹوٹ تعلق ہے جس میں نہ کبھی کوئی بال آیا اور نہ آسکتا ہے۔ یہ ایک ایسا رشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اتنا مضبوط کر دیا کہ شیطان نے اس رشتہ محبت ووفا کو توڑنے میں خود کو بے بس پایا اور آپ کے خلاف افتراء کی ایک مہم چلا دی تاکہ یہ رشتہ جس کے قیام کی

غرض اسلام کے عالمگیر غلبہ کا حصول ہے اگر ٹوٹ نہیں سکتا یا ناکام نہیں ہو سکتا تو کم از کم اس میں تاخیر واقع ہو جائے۔ گویا شیطان اور اس کے چیلوں کی یہ زبردست کوشش ہے کہ غلبۂ اسلام کی راہ میں روڑے اٹکائے جائیں۔

خدا اور رسول سے محبت و وفا کا بے مثل رشتہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت رسول کریم ﷺ کے ساتھ اپنے پیار و محبت اور عشق و فدائیت کو مختلف رنگوں میں بیان فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی تقریروں میں، تحریروں میں، گفتگو میں، مباحثات میں اپنی اس دلی کیفیت کا بڑے پیارے الفاظ میں اظہار فرمایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں آپ کے وجود کا جو کچھ ہے اور آپ کی روح کا جو کچھ ہے اس کا نچوڑ اور حاصل سوائے خدا اور خدا کے رسول کی محبت کے اور غلبۂ اسلام کے اَور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ آپ کا یہ پیار عسل مصفی کی طرح صاف شفاف ہے۔ اس میں نہ کوئی کدورت ہے اور نہ کوئی شرارت۔ اس میں نہ کوئی نفس کی دوئی ہے اور نہ کوئی نفس کا جوش۔ حقیقتاً محبت و وفا کا یہی بے مثل رشتہ آپ کی وجہ مخاصمت بنا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”بھائیو!! میں مصلح ہوں بدعتی نہیں اور معاذ اللہ میں کسی بدعت کے پھیلانے کے لئے نہیں آیا۔ حق کے اظہار کے لئے آیا ہوں اور ہر ایک بات جس کا اثر اور نشان قرآن اور حدیث میں پایا نہ جائے اس کے بر خلاف ہو وہ میرے نزدیک الحاد اور بے ایمانی ہے مگر ایسے لوگ تھوڑے ہیں جو کلام الٰہی کی تہ تک پہنچتے اور ربّانی پیش گوئیوں کے باریک بھیدوں کو سمجھتے ہیں۔ میں نے دین میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں کی۔ بھائیو!! میرا وہی دین ہے جو تمہارا دین ہے اور وہی رسول کریم میرا مقتدا ہے جو تمہارا مقتدا ہے اور وہی قرآن شریف میرا ہادی ہے اور میرا پیارا اور میری دستاویز ہے جس کا ماننا تم پر بھی فرض ہے۔“

(تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ 21-22)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

”تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اس کی طرف آ جاؤ کہ وہ تمہیں قبول کرے گا عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے

اور سب سے بڑھ کر ہے اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیّت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے۔“

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15-16)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:۔

” اور خدا نے اپنی کتاب میں بہت جگہ اشارہ فرمایا ہے کہ میں اپنے ڈھونڈنے والوں کے دل نشانوں سے منور کروں گا۔ یہاں تک کہ وہ خدا کو دیکھیں گے اور میں اپنی عظمت انہیں دکھلا دوں گا یہاں تک کہ سب عظمتیں ان کی نگاہ میں ہیچ ہو جائیں گی۔ یہی باتیں ہیں جو میں نے براہ راست خدا کے مکالمات سے بھی سنیں پس میری روح بول اٹھی کہ خدا تک پہنچنے کی یہی راہ ہے اور گناہ پر غالب آنے کا یہی طریق ہے۔ حقیقت تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم حقیقت پر قدم ماریں۔ فرضی تجویزیں اور خیالی منصوبے ہمیں کام نہیں دے سکتے۔ ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے قرآن سے پایا ہم نے اس خدا کی آواز سنی اور اس کے پُرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بلاتے ہیں ہم نے اس نور حقیقی کو پایا جس کے ساتھ سب ظلمانی پردے اٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے در حقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آ جاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے۔“

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 65)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

” در حقیقت یہ بات سچ ہے کہ ہر ایک مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو کر اپنی سچائی پر قائم ہوتا ہے اس کے لئے ضرور ہے کہ ہمیشہ اس میں ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں کہ جو اپنے پیشوا اور ہادی اور رسول کے نائب ہو کر یہ ثابت کریں کہ وہ نبی اپنی

روحانی برکات کے لحاظ سے زندہ ہے فوت نہیں ہوا۔ کیونکہ ضرور ہے کہ وہ نبی جس کی پیروی کی جائے جس کو شفیع اور منجی سمجھا جائے وہ اپنی روحانی برکات کے لحاظ سے ہمیشہ زندہ ہو اور عزت اور رفعت اور جلال کے آسمان پر اپنے چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ایسا بدیہی طور پر مقیم ہو۔ اور خدائے ازلی ابدی حیّ قیّوم ذوالاقتدار کے دائیں طرف بیٹھنا اُس کا ایسے پُرزور الٰہی نوروں سے ثابت ہو کہ اس سے کامل محبت رکھنا اور اس کی کامل پیروی کرنا لازمی طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہو کہ پیروی کرنے والا رُوح القدس اور آسمانی برکات کا انعام پائے اور اپنے پیارے نبی کے نوروں سے نور حاصل کر کے اپنے زمانہ کی تاریکی کو دُور کرے اور مستعد لوگوں کو خدا کی ہستی پر وہ پختہ اور کامل اور درخشاں اور تاباں یقین بخشے جس سے گناہ کی تمام خواہشیں اور سفلی زندگی کے تمام جذبات جل جاتے ہیں۔ یہی ثبوت اِس بات کا ہے کہ وہ نبی زندہ اور آسمان پر ہے۔ سو ہم اپنے خدائے پاک ذوالجلال کا کیا شکر کریں کہ اُس نے اپنے پیارے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی کی توفیق دے کر اور پھر اس محبت اور پیروی کے روحانی فیضوں سے جو سچی تقویٰ اور سچے آسمانی نشان ہیں کامل حصہ عطا فرما کر ہم پر ثابت کر دیا کہ وہ ہمارا پیارا برگزیدہ نبی فوت نہیں ہوا بلکہ وہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیک مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ ‘‘

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 138-139)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:۔

’’اور اُسی نے میرے ساتھ ہمکلام ہو کر مجھے یہ بتلایا کہ وہ نبی جس نے قرآن پیش کیا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بُلایا وہ سچا نبی ہے۔ اور وہی ہے جس کے قدموں کے نیچے نجات ہے اور بجز اس کی متابعت کے ہرگز ہرگز کسی کو کوئی نور حاصل نہیں ہو گا اور جب میرے خدا نے اُس نبی کی وقعت اور قدر اور عظمت میرے پر ظاہر کی تو مَیں کانپ اُٹھا اور میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا کیونکہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ مسیح کی تعریف میں لوگ حد سے بڑھ گئے یہاں تک کہ اُن کو خدا بنا دیا۔ اسی طرح اِس مقدس نبی کا لوگوں نے قدر شناخت نہیں کیا جیسا کہ حق شناخت کرنے کا تھا اور جیسا کہ چاہیئے لوگوں کو اب تک اُس کی عظمتیں معلوم نہیں وہی ایک نبی ہے جس نے توحید کا تخم ایسے طور پر بویا جو آج تک ضائع نہیں ہوا۔ وہی ایک نبی ہے جو ایسے وقت میں آیا جب

تمام دنیا بگڑ گئی تھی اور ایسے وقت میں گیا جب ایک سمندر کی طرح توحید کو دنیا میں پھیلا گیا اور وہی ایک نبی ہے جس کے لئے ہر ایک زمانہ میں خدا اپنی غیرت دکھلاتا رہا ہے اور اس کی تصدیق اور تائید کے لئے ہزارہا معجزات ظاہر کرتا رہا۔ اِسی طرح اِس زمانہ میں بھی اس پاک نبی کی بہت توہین کی گئی اِس لئے خدا کی غیرت نے جوش مارا۔ اور سب گذشتہ زمانوں سے زیادہ جوش مارا اور مجھے اُس نے مسیح موعود کرکے بھیجا تا کہ مَیں اُس کی نبوت کے لئے تمام دنیا میں گواہی دوں اگر مَیں بے دلیل یہ دعویٰ کرتا ہوں تو جھوٹا ہوں لیکن اگر خدا اپنے نشانوں کے ساتھ اِس طور سے میری گواہی دیتا ہے کہ اِس زمانہ میں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک اس کی نظیر نہیں تو انصاف اور خدا ترسی کا مقتضا یہی ہے کہ مجھے میری اِس تمام تعلیم کے ساتھ قبول کریں۔ خدا نے میرے لئے وہ نشان دکھائے کہ اگر وہ اُن اُمتوں کے وقت نشان دکھلائے جاتے جو پانی اور آگ اور ہوا سے ہلاک کی گئیں تو وہ ہلاک نہ ہوتیں مگر اس زمانہ کے لوگوں کو مَیں کس سے تشبیہ دوں وہ اُس بدقسمت کی طرح ہیں جس کی آنکھیں بھی ہیں پر دیکھتا نہیں اور کان بھی ہیں پر سنتا نہیں اور عقل بھی ہے پر سمجھتا نہیں۔ مَیں اُن کے لئے روتا ہوں اور وہ مجھ پر ہنستے ہیں اور مَیں اُن کو زندگانی کا پانی دیتا ہوں اور وہ مجھ پر آگ برساتے ہیں۔ خدا میرے پر نہ صرف اپنے قول سے ظاہر ہوا ہے بلکہ اپنے فعل کے ساتھ بھی اُس نے میرے پر تجلّی کی اور میرے لئے وہ کام دکھلائے اور دکھلائے گا کہ جب تک کسی پر خدا کا خاص فضل نہ ہو اس کے لئے یہ کام دکھلائے نہیں جاتے۔ لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا لیکن خدا نے مجھے قبول کیا۔ کون ہے جو اِن نشانوں کے دکھلانے میں میرے مقابل پر آسکتا ہے۔ مَیں ظاہر ہوا ہوں تا خدا میرے ذریعہ سے ظاہر ہو۔ وہ ایک مخفی خزانہ کی طرح تھا مگر اَب اُس نے مجھے بھیج کر ارادہ کیا کہ تمام دہریوں اور بے ایمانوں کا مُنہ بند کرے جو کہتے ہیں کہ خدا نہیں مگر اے عزیزو! تم جو خدا کی طلب میں لگے ہوئے ہو مَیں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ سچا خدا وہی ہے جس نے قرآن نازل کیا۔ وہی ہے جس نے میرے پر تجلّی کی اور جو ہر دم میرے ساتھ ہے۔“

(اشتہار منسلکہ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 618 تا 620)

احمدیت کی مخالفت کے اصل محرکات

جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے آپ کی مخاصمت و مخالفت کی اصل وجہ یہی ہے کہ یہ لوگ اسلام کی اصل تعلیم کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ میں اس کی تفصیل میں جانا چاہتا ہوں۔ اب شاید نہ جاسکوں۔ آپ خود سوچیں کچھ اشارے ہی کر دیتا ہوں۔

(1) توحید کا دعویٰ کرنا اور قبروں پر سجدہ کرنا۔

(2) توحید کے دعویٰ کے ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھنا کہ جب ہم دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو ہمارا پیر ہمارے سامنے آجاتا ہے اور یہ کہ ہم اس سے مانگتے ہیں خدا سے نہیں مانگتے۔ بعض پڑھے لکھے اور سمجھدار لوگوں تک اس عقیدہ کے قائل ہیں۔ جن کے متعلق کئی احمدی دوست پریشان حال میرے پاس پہنچے کہ کیا دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو پیر پرستی میں کہیں سے کہیں نکل گئے ہیں۔

(3) اسی طرح توحید پر ایمان لانا اور ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ مال پر دنیا کی عزتوں کی بنیاد رکھنا۔

(4) رشوتیں لینا اور دینا۔

(5) زنا کرنا اور لڑکیوں کو اٹھانا یا اٹھوانا۔

(6) حرام مال اکٹھا کرنا۔

(7) فخر کرنا اور

(8) انانیت کے چولہ سے باہر نہ آنا۔

غرض قرآن کریم کا کون سا حکم ہے جس پر یہ لوگ لفظاً اور معناً بھی عمل کرتے ہیں یا کون سا حکم ہے جسے انہوں نے پس پشت نہیں ڈال رکھا۔ ان حالات میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں حسن اسلام کی طرف بلاتے ہیں تو جواب ملتا ہے تم کافر ہو۔ اس واسطے میں نے یہاں اس پہلو کو نمایاں کرنے کے لئے چند اقتباس لئے ہیں۔ میں اس کی تفصیل میں جانا چاہتا تھا اب اسمیں جانا میرے لئے مشکل ہے کیوں کہ وقت پہلے ہی زیادہ ہو چکا ہے۔ آپ اس کے متعلق خود سوچ سکتے ہیں کیونکہ یہ باتیں اکثر آپ کے مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں۔

بعثت مسیح موعود کی حقیقی غرض

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ میں تمہیں سمجھانے کے لئے بعض باتوں کو وضاحت سے بیان کر رہا ہوں تم ان کو تسلیم کرو کیونکہ میں تو قرآن کریم اور نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"میری بعثت کی اصل غرض یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول کریم ﷺ کی عزت دنیا میں قائم ہو۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ میری نسبت جس قدر تعریفی کلمات اور تمجیدی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں یہ بھی در حقیقت آنحضرت ﷺ ہی کی طرف راجع ہیں۔ اس لئے کہ میں آپ ہی کا غلام ہوں اور آپ ہی کے مشکوٰۃ نبوت سے نور حاصل کرنے والا ہوں اور مستقل طور پر ہمارا کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی سبب سے میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے بعد یہ دعویٰ کرے کہ میں مستقل طور پر بلا استفاضہ آنحضرت ﷺ سے مامور ہوں اور خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہوں تو وہ مردود اور مخذول ہے۔ خدا تعالیٰ کی ابدی مہر لگ چکی ہے اس بات پر کہ کوئی شخص وصول الی اللہ کے دروازہ سے آ نہیں سکتا بجز اتباع آنحضرت ﷺ کے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 215)

اسی نکتے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اگر مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمّتی ہو۔ پس اِسی بنا پر مَیں اُمتی بھی ہوں اور نبی بھی۔ اور میری نبوت یعنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ظلّ ہے اور بجز اس کے میری نبوت کچھ بھی نہیں وہی نبوت محمدؐیہ ہے جو مجھ میں ظاہر ہوئی ہے۔"

(تجلیات الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 411-412)

فنافی الرسول کا اٹوٹ رشتہ

پس یہ وہ پختہ تعلق ہے اور یہ وہ نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے جو مہدی معہود علیہ السلام کا اپنے سیّد و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے قائم تھا۔ گویا آپ کا وجود، آپ کی روح، آپ کی ساری قوتیں اور استعدادیں آنحضرت ﷺ کے عشق میں فنا ہو چکی تھیں۔ اسی سلسلہ میں چند ایک اقتباس میں نے اس وقت پڑھ کر سنائے ہیں۔ چونکہ آنحضرت ﷺ سے آپ کی انتہائی محبت کے نتیجہ میں آپ کو فنافی محمدؐ کا رتبہ ملا اس لئے آپ کا یہ عشق اور محبت رسولؐ تقاضا کرتی تھی کہ وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہوتے ہیں ان کو محمد ﷺ اور آپ کے اسوۂ حسنہ کی طرف واپس بلایا جائے۔ چنانچہ جب مہدی معہود کی محبت رسول نے یہ تقاضا کیا اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کام پر مامور کیا تو وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کی عظمت کو پہچانتے نہیں تھے اور آپ کی تعلیم کی طرف واپس نہیں آنا چاہتے تھے وہ آپ کے دشمن بن گئے۔ اس کے علاوہ اَور بیسیوں استدلال کئے جاسکتے ہیں اور آپ کو یہ استدلال کرنے چاہئیں۔

احمدیت کے علم و عرفان سے پیدا ہونے والے ذمہ داریاں

میں نے بتایا ہے کہ جن لوگوں نے نہ آقا کو پہچانا اور نہ اس کے خادم کو پہچانا ان کا اپنا ایک رنگ ہے لیکن آپ نے اور میں نے تو پہچانا ہے۔ اس علم و عرفان کے نتیجہ میں ظاہر ہے ہم پر کچھ ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں بڑے پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اب وہ پیاری باتیں جو ہمیں مخاطب کر کے کہی گئی ہیں وہ میں پڑھ کر سناؤں گا اس لئے کہ ان میں ہمارے لئے بہت سے سبق ہیں مثلاً ان میں ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ کسی مذہب کے خلاف دشمنی نہیں رکھنی۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرنی ہے۔ گویا یہ چند اقتباس

جہاں جماعت کے لئے نہایت ہی پیاری نصیحتوں پر مشتمل ہیں وہاں قرآن کریم کی تعلیم کے بعض پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بد عملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔“

(اربعین نمبر ا روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 344)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

یقیناً یاد رکھو! کہ مومن متقی کے دل میں شر نہیں ہوتا۔ مومن جس قدر متقی ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ کسی کی نسبت سزا اور ایذاء کو پسند نہیں کرتا۔ مسلمان کبھی کینہ ور نہیں ہو سکتا۔۔۔۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو ہمدردی کرو اور بلا تمیز مذہب و قوم ہر ایک سے نیکی کرو۔“

(تقریرین صفحہ 29 تقریر جلسہ سالانہ 29 دسمبر 1904)

حضور علیہ السلام تذکرۃ الشہادتین میں فرماتے ہیں:۔

”سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصّوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفس آمّارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو۔ سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے اگر تم اس چند روزہ دنیا میں ان کی بدخواہی کرو خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجالاؤ کہ تم اُن سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دُعا کرو کہ

تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے کیونکہ انسان کمزور ہے ہر ایک بدی جو دور ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دور ہوتی ہے اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے کسی بدی کے دُور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں۔ اور خدا اور اس کے احکام ہر ایک پہلو کے رُو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں۔“

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد20 صفحہ 63)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:۔

”پس اے عزیزو! جلد ہر ایک بدی سے پرہیز کرو کہ پکڑے جانے کا دن نزدیک ہے۔ ہر ایک جو شرک کو نہیں چھوڑتا وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو فسق وفجور میں مبتلا ہے وہ پکڑا جاوے گا۔ ہر ایک جو دنیا پرستی میں حد سے گزر گیا ہے اور دنیا کے غموں میں مبتلا ہے وہ پکڑا جائے گا ہر ایک جو خدا کے وجود سے منکر ہے وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو خدا کے مقدس نبیوں اور رسولوں اور مرسلوں کو بدزبانی سے یاد کرتا ہے اور باز نہیں آتا وہ پکڑا جائے گا۔ دیکھو! آج میں نے بتلا دیا زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہو گا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا وہ پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے۔ پس اٹھو! اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے خبر دی تھی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا کہ یہ سب باتیں اس کی طرف سے ہیں میری طرف سے نہیں ہیں۔ کاش! یہ باتیں نیک ظنی سے دیکھی جاویں۔ کاش! میں ان کی نظر میں کاذت نہ ٹھہرتا تا دنیا ہلاکت سے بچ جاتی۔ یہ میری تحریر معمولی تحریر نہیں دلی ہمدردی سے بھرے ہوئے نعرے ہیں اگر اپنے اندر تبدیلی کرو گے اور ہر ایک بدی سے اپنے تئیں بچا لو گے تو بچ جاؤ گے کیونکہ خدا حلیم ہے جیسا کہ وہ قہّار بھی ہے اور تم سے ایک

حصہ بھی اصلاح پذیر ہو گا تب بھی رحم کیا جائے گا ورنہ وہ دن آتا ہے کہ انسانوں کو دیوانہ کر دے گا۔ نادان بد قسمت کہے گا کہ یہ باتیں جھوٹ ہیں ہائے! وہ کیوں اس قدر سوتا ہے آفتاب تو نکلنے کو ہے۔“

(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ 81)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

”یہ مت خیال کرو کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر یک جو بچایا جائے گا اپنے کامل ایمان سے بچایا جائے گا۔ کیا تم ایک دانہ سے سیر ہو سکتے ہو؟ یا ایک قطرہ پانی کا تمہاری پیاس بجھا سکتا ہے؟ اسی طرح ناقص ایمان تمہاری روح کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ آسمان پر وہی مومن لکھے جاتے ہیں جو وفاداری سے اور صدق سے اور کامل استقامت سے اور فی الحقیقت خدا کو سب چیز پر مقدم رکھنے سے، اپنے ایمان پر مہر لگاتے ہیں۔ میں سخت دردمند ہوں کہ میں کیا کروں اور کس طرح ان باتوں کو تمہارے دل میں داخل کر دوں اور کس طرح تمہارے دلوں میں ہاتھ ڈال کر گند نکال دوں۔ ہمارا خدا نہایت کریم اور رحیم اور وفادار خدا ہے لیکن اگر کوئی شخص کوئی حصہ خباثت کا اپنے دل میں رکھتا ہے اور عملی طور پر اپنا پورا صدق نہیں دکھلاتا تو وہ خدا کے غضب سے بچ نہیں سکتا۔ سو تم اگر پوشیدہ بیج خیانت کا اپنے اندر رکھتے ہو تو تمہارے خوشی عبث ہے اور میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم بھی ان لوگوں کے ساتھ پکڑے جاؤ گے جو خدا تعالیٰ کی نظر کے سامنے نفرتی کام کرتے ہیں بلکہ خدا تمہیں پہلے ہلاک کرے گا اور بعد میں ان کو۔ تمہیں آرام کی زندگی دھوکا نہ دے کہ بے آرامی کے دن نزدیک ہیں اور ابتدا سے جو کچھ خدا تعالیٰ کے پاک نبی کہتے آئے ہیں وہ سب ان دنوں میں پورا ہو گا۔ کیا خوش نصیب وہ شخص ہے جو میری بات پر ایمان لاوے اور اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے۔“

(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ 107)

ایک اَور جگہ آپ فرماتے ہیں:۔

”میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہیں یا اپنے مقامات میں بود و باش رکھتے ہیں اس وصیت کو توجہ سے سنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بد چلنی ان کے نزدیک نہ آ سکے وہ پنجوقتہ نماز جماعت کے پابند ہوں، وہ جھوٹ نہ بولیں وہ کسی کو زبان سے ایذاء نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بے جا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے۔۔۔۔ اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں اور پنجوقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدی اور غبن اور رشوت اور اتلاف حقوق اور بے جا طرفداری سے باز رہیں اور کسی بد صحبت میں نہ بیٹھیں ۔۔۔۔ اور چاہئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو اور ہر ایک کے لئے سچے ناصح بنو اور چاہئے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بد چلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گذر نہ ہو اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے۔“

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ 42-43)

نوع انسان کی ہمدردی اور خیر خواہی کے بارہ میں حضور علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:۔

” مذہب اُس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے جو خدا میں ہے اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ ہو گی بجز اس کے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدردِ نوع انسان ہو جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اُترتے ہیں۔ مگر یہ ایک دن کا کام نہیں ترقی کرو ترقی کرو۔ اُس دھوبی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں

تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ تب صبح اٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور اُن کا جز بن گئی تھی کچھ آگ سے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یکدفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتدا میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے اور تمہاری ساری نجات اس سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا۔"

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 14-15)

اسی طرح آپ نے کشتی نوح میں فرمایا ہے:۔

" اے عقلمندو! یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں تم سنبھل جاؤ۔ تم ہر ایک بے اعتدالی کو چھوڑ دو ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو۔۔۔۔۔ حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ بد خلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ خدا یا اس کے بندوں کی ہمدردی سے لاپرواہ ہونا لعنتی زندگی ہے۔ ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائے گا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ۔ پس کیا بد قسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کر کے بکلّی خدا سے منہ پھیر لیتا ہے اور خدا کے حرام کو ایسی بیباکی سے استعمال کرتا ہے کہ گویا وہ حرام اس کے لئے حلال ہے غصہ کی حالت میں دیوانوں کی طرح کسی کو گالی کسی کو زخمی اور کسی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور شہوات کے جوش میں بے حیائی کے طریقوں کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے سو وہ سچی خوشحالی کو نہیں پائے گا یہاں تک کہ مرے گا۔ اے عزیزو! تم تھوڑے دنوں کے لئے دنیا میں آئے ہو اور وہ بھی بہت کچھ گزر چکی سو اپنے مولیٰ کو ناراض مت کرو۔۔۔۔۔ اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے متقی ٹھہر جاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ خود تمہاری حفاظت کرے گا اور دشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائے گا ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں اور تم دشمنوں سے ڈر کر یا اَور آفات میں مبتلا ہو کر بیقراری سے

زندگی بسر کرو گے اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم اور غصہ کے ساتھ گزریں گے خدا اُن لوگوں کی پناہ ہو جاتا ہے جو اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں سو خدا کی طرف آجاؤ اور ہر ایک مخالفت اُس کی چھوڑ دو اور اُس کے فرائض میں سستی نہ کرو اور اُس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو کہ یہی راہ نجات کی ہے۔“

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 70 تا 72)

پھر آپ حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:۔

” خدا کو اپنا حقیقی محبوب قرار دے کر اس کی پرستش کرنا یہی ولایت ہے جس سے آگے کوئی درجہ نہیں مگر یہ درجہ بغیر اس کی مدد کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اُس کے حاصل ہونے کی یہ نشانی ہے کہ خدا کی عظمت دل میں بیٹھ جائے خدا کی محبت دل میں بیٹھ جائے اور دل اُسی پر توکّل کرے اور اُسی کو پسند کرے اور ہر ایک چیز پر اُسی کو اختیار کرے اور اپنی زندگی کا مقصد اُسی کی یاد کو سمجھے اور اگر ابراہیم کی طرح اپنے ہاتھ سے اپنی عزیز اولاد کے ذبح کرنے کا حکم ہو یا اپنے تئیں آگ میں ڈالنے کے لئے اشارہ ہو تو ایسے سخت احکام کو بھی محبت کے جوش سے بجالائے اور رضا جوئی اپنے آقائے کریم میں اس حد تک کوشش کرے کہ اُس کی اطاعت میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ یہ بہت تنگ دروازہ ہے اور یہ شربت بہت ہی تلخ شربت ہے۔ تھوڑے لوگ ہیں جو اس دروازہ میں سے داخل ہوتے اور اس شربت کو پیتے ہیں۔ زنا سے بچنا کوئی بڑی بات نہیں اور کسی کو ناحق قتل نہ کرنا بڑا کام نہیں اور جھوٹی گواہی نہ دینا کوئی بڑا ہُنر نہیں۔ مگر ہر ایک چیز پر خدا کو اختیار کر لینا اور اس کے لئے سچی محبت اور سچے جوش سے دنیا کی تمام تلخیوں کو اختیار کرنا بلکہ اپنے ہاتھ سے تلخیاں پیدا کر لینا یہ وہ مرتبہ ہے کہ بجز صدیقوں کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ عبادت ہے جس کے ادا کرنے کے لئے انسان مامور ہے“۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 54-55)

براہین احمدیہ حصہ پنجم میں حضور علیہ السلام نے اس نکتے پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:۔

” وہ مجھے کہتے ہیں کہ مَیں مغز کو چھوڑ دوں اور ایسے پوست کو میں بھی اختیار کرلوں۔ مجھے ڈراتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں۔ لیکن مجھے اُسی عزیز کی قسم ہے جس کو مَیں نے شناخت کرلیا ہے کہ مَیں ان لوگوں کی دھمکیوں کو کچھ بھی چیز نہیں سمجھتا۔ مجھے اس کے ساتھ غم بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ دوسرے کے ساتھ خوشی ہو مجھے اس کے ساتھ موت بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اُس کو چھوڑ کر لمبی عمر ہو۔ جس طرح آپ لوگ دن کو دیکھ کر اُس کو رات نہیں کہہ سکتے۔ اِسی طرح وہ نور جو مجھ کو دکھایا گیا میں اس کو تاریکی نہیں خیال کرسکتا۔ اور جب کہ آپ اپنے اِن عقائد کو چھوڑ نہیں سکتے جو صرف شکوک اور توہمات کا مجموعہ ہے تو میں کیونکر اُس راہ کو چھوڑ سکتا ہوں جس پر ہزار آفتاب چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ کیا مَیں مجنون یا دیوانہ ہوں کہ اُس حالت میں جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھے روشن نشانوں کے ساتھ حق دکھادیا ہے پھر بھی مَیں حق کو قبول نہ کروں۔ مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہزارہا نشان میرے اطمینان کے لئے میرے پر ظاہر ہوئے ہیں جن میں سے بعض کو مَیں نے لوگوں کو بتایا اور بعض کو بتایا بھی نہیں اور مَیں نے دیکھا کہ یہ نشان خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور کوئی دوسرا بجز اُس وحدہ، لاشریک کے اُن پر قادر نہیں۔ اور مجھ کو ماسواء اس کے علمِ قرآن دیا گیا اور احادیث کے صحیح معنے میرے پر کھولے گئے۔ پھر مَیں ایسی روشن راہ کو چھوڑ کر ہلاکت کی راہ کیوں اختیار کروں؟ جو کچھ مَیں کہتا ہوں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں۔ اور جو کچھ آپ لوگ کہتے ہیں وہ صرف ظنّ ہے۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡـًٔا اور اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ایک اندھا ایک اونچی نیچی زمین میں تاریکی میں چلتا ہے اور نہیں جانتا کہ کہاں قدم پڑتا ہے۔ سو مَیں اس روشنی کو چھوڑ کر جو مجھ کو دی گئی ہے تاریکی کو کیونکر لے لوں۔ جب کہ مَیں دیکھتا ہوں کہ خدا میری دُعائیں سنتا اور بڑے بڑے نشان میرے لئے ظاہر کرتا اور مجھ سے ہمکلام ہوتا اور اپنے غیب کے اسرار پر مجھے اطلاع دیتا ہے اور دشمنوں کے مقابل پر اپنے قوی ہاتھ کے ساتھ میری مدد کرتا ہے اور ہر میدان میں مجھے فتح بخشتا ہے اور قرآن شریف کے معارف اور حقائق کا مجھے علم دیتا ہے تو مَیں ایسے قادر اور غالب خدا کو چھوڑ کر اس کی جگہ کس کو قبول کرلوں۔؟“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 297 تا 298)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دردمندانہ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”دوستو! اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ اس زمانہ کی نسل کے لئے نہایت مصیبت کا وقت آگیا ہے۔ اب اس دریا سے پار ہونے کے لئے بجز تقویٰ کے اَور کوئی کشتی نہیں۔ مومن خوف کے وقت خدا کی طرف جھکتا ہے کہ بغیر اس کے کوئی امن نہیں۔ اب دکھ اٹھا کر اور سوز و گداز اختیار کر کے اپنا کفارہ آپ دو اور راستی میں محو ہو کر اپنی قربانی آپ ادا کرو اور تقویٰ کی راہ میں پورے زور سے کام لے کر اپنا بوجھ آپ اٹھاؤ کہ ہمارا خدا بڑا رحیم و کریم ہے کہ رونے والوں پر اس کا غصہ تھم جاتا ہے مگر وہی جو قبل از وقت روتے ہیں نہ مُردوں کی لاشوں کو دیکھ کر۔ وہ خوف کرنے والوں کے سر پر سے عذاب کی پیشگوئی ٹال سکتا ہے۔۔۔۔ سو نیکی کرو اور خدا کے رحم کے امیدوار ہو جاؤ، خدا تعالیٰ کی طرف پوری قوت کے ساتھ حرکت کرو اور اگر یہ نہیں تو بیمار کی طرح اُفتاں خیزاں اس کی رضا کے دروازہ تک اپنے تئیں پہنچاؤ اور اگر یہ بھی نہیں تو مردہ کی طرح اپنے اٹھائے جانے کا ذریعہ صدقہ خیرات کی راہ سے پیدا کرو۔ نہایت تنگی کے دن ہیں اور آسمان پر خدا کا غضب بھڑک رہا ہے۔ آج محض زبانی لاف گزاف سے تم پار نہیں ہو سکتے ایسی حالت بناؤ اور ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرو اور ایسے تقویٰ کی راہ پر قدم مارو کہ وہ رحیم و کریم خوش ہو جائے۔ اپنی خلوت گاہوں کو ذکر الٰہی کی جگہ بناؤ، اپنے دلوں پر سے ناپاکیوں کے زنگ دور کرو بے جا کینوں اور بخلوں اور بدزبانیوں سے پرہیز کرو اور قبل اس کے کہ وہ وقت آوے کہ انسانوں کو دیوانہ سا بنا دے بے قراری کی دعاؤں سے خود دیوانے بن جاؤ عجب بدبخت وہ لوگ ہیں کہ جو مذہب صرف اس بات کا نام رکھتے ہیں کہ محض زبان کی چالاکیوں پر سارا دارومدار رہو اور دل سیاہ اور ناپاک اور دنیا کا کیڑا ہو۔ پس اگر تم اپنی خیر چاہتے ہو تو ایسے مت بنو۔ عجب بدقسمت وہ شخص ہے کہ جو اپنے نفس امّارہ کی طرف ایک نظر بھی اٹھا کر نہیں دیکھا اور بدبودار تعصب سے دوسروں کو بدزبانی سے پکارتا ہے۔ پس ایسے شخص پر ہلاکت کی راہ کھلی ہے۔ سو تقویٰ سے پورا حصہ لو اور خدا ترسی کا کامل وزن اختیار کرو اور دعاؤں میں لگے رہو تا تم پر رحم ہو۔۔۔۔ دیکھو میں اس وقت اپنا فرض ادا کر چکا ہوں اور قبل اس کے کہ تنگی کے دن آویں میں نے اطلاع دے دی ہے۔“

(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ 73 تا 75)

جماعت احمدیہ کے قیام کی اہم غرض

میں بتا چکا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت ﷺ سے ایک عظیم اور نہ ٹوٹنے والا تعلق محبت رکھتے تھے۔ آپ کو مبعوث ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ آپ بنی نوع انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور محمد ﷺ کا پیار پیدا کریں۔ اسلامی انوار سے نوع انسانی کے دلوں کو منور کریں۔ گویا پہلے لوگوں کو اسلام پر قائم کرنا اور پھر اسلام پر قائم رکھنا یہ ایک عظیم مہم ہے جو آپ کے سپرد کی گئی ہے۔ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو نسل انسانی پر ڈالی گئی ہے۔ اس ذمہ داری کو نباہنے کے لئے ایک چنندہ اور خدا کی پیاری جماعت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ ساری دنیا میں اسلام کو پھیلانا اور کئی صدیوں اور کئی نسلوں تک کام چلانا ایک آدمی کا کام نہیں۔ چنانچہ آپ نے خدائی منشاء کے مطابق ایک ایسی جماعت کی بنیاد رکھی جس میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل نے بہتوں کو ان قوتوں اور استعدادوں کے مطابق باخدا وجود بنا دیا۔ غرض میں نے ان چند اقتباسات کے ذریعہ یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ آپ کس قسم کی جماعت قائم کرنا چاہتے تھے۔

دراصل عشق محمد ﷺ کے نتیجہ میں آپ کو قرب الٰہی کا اعلیٰ مقام عطا ہوا۔ غلبۂ اسلام کی عالمگیر مہم آپ کے سپرد ہوئی۔ اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ایک جماعت کا ہونا ضروری تھا جو اپنی قوت اور استعداد کے مطابق خدا کا سپاہی بننے والی ہو اور اس کی راہ میں انتہائی جدوجہد کرنے والی ہو۔ پس جب جماعت پیدا ہو گئی تو پھر ادیان باطلہ کے خلاف اسلام کی جنگ کا آغاز ہوا۔ چنانچہ اب میں طاغوتی طاقتوں کے خلاف اسلام کی جنگوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند ارشادات پڑھ کر سناتا ہوں۔

شیطانی طاقتوں کے خلاف اسلام کی آخری جنگ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

” اور درحقیقت یہ ایسا زمانہ آگیا ہے کہ شیطان اپنے تمام ذُرّیات کے ساتھ ناخنوں تک زور لگا رہا ہے کہ اسلام کو نابود کر دیا جاوے اور چونکہ بلاشبہ سچائی کا جھوٹ کے ساتھ یہ آخری جنگ ہے اس لئے یہ زمانہ بھی اِس بات کا حق رکھتا ہے کہ اس کی اصلاح کے لئے کوئی خدا کا مامور آوے۔ پس وہ مسیح موعود ہے جو موجود ہے۔ اور زمانہ حق رکھتا تھا کہ اس نازک وقت میں آسمانی نشانوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی دنیا پر حجت پوری ہو سو آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور آسمان جوش میں ہے کہ اس قدر آسمانی نشان ظاہر کرے کہ اسلام کی فتح کا نقارہ ہر ایک ملک میں اور ہر ایک حصہ دُنیا میں بج جائے۔ اے قادر خدا! تو جلد وہ دن

لا کہ جس فیصلہ کا تو نے ارادہ کیا ہے وہ ظاہر ہو جائے اور دُنیا میں تیرا جلال چمکے اور تیرے دین اور تیرے رسول کی فتح ہو۔ آمین ثم آمین۔“

(چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 86 تا 87)

گویا آپ نے اسلام کی اس جنگ کا اعلان کر دیا جس کے لئے آپ نے جماعت کو قائم فرمایا تھا۔ اس سلسلہ میں پھر آپ فرماتے ہیں:۔

”اور ہر ایک حق پوش دجّال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا حجت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا اور سچائی کی فتح ہو گی اور اسلام کے لئے پھر اُس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اُس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کے لیے ساری ذلّتیں قبول نہ کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اَب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ مہم عظیم کے روبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اُس حکیم وقدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا۔“

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 10 تا 12)

دنیا میں ضلالت کے پھلوں سے لدی ہوئی شاخوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”اے حق کے طالبو اور اسلام کے سچے محبّو! آپ لوگوں پر واضح ہے کہ یہ زمانہ جس میں ہم لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں یہ ایک ایسا تاریک زمانہ ہے کہ کیا ایمانی اور کیا عملی جس قدر امور ہیں سب میں سخت فساد واقع ہو گیا ہے اور ایک تیز آندھی ضلالت اور گمراہی کی ہر طرف سے چل رہی ہے۔ وہ چیز جس کو ایمان کہتے ہیں اسکی جگہ چند لفظوں نے لے لی ہے جن کا محض زبان سے اقرار کیا جاتا ہے اور وہ امور جن کا نام اعمال صالحہ ہے اُن کا مصداق چند رسوم یا اسراف اور ریاکاری کے کام سمجھے گئے ہیں اور جو حقیقی نیکی ہے اُس سے بکلّی بے خبری ہے۔ اس زمانہ کا فلسفہ اور طبیعی بھی روحانی صلاحیّت کا سخت مخالف پڑا ہے۔ اُس کے جذبات اُس کے جاننے والوں پر نہایت بد اثر کرنیوالے اور ظلمت کی طرف کھینچنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ وہ زہریلے مواد کو حرکت دیتے اور سوئے ہوئے شیطان کو جگا دیتے ہیں اِن علوم میں دخل رکھنے والے دینی امور میں اکثر ایسی بدعقیدگی پیدا کر لیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ اصولوں اور صوم وصلوٰۃ وغیرہ کے عبادت کے طریقوں کو تحقیر اور استہزا کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ اُنکے دلوں میں خدا تعالیٰ کے وجود کی بھی کچھ وقعت اور عظمت نہیں بلکہ اکثر ان میں سے الحاد کے رنگ سے رنگین اور دہریّت کے رگ وریشہ سے پُر اور مسلمانوں کی اولاد کہلا کر پھر دشمنِ دین ہیں۔ جو لوگ کالجوں میں پڑھتے ہیں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ ہنوز وہ اپنے عُلوم ضروریّہ کی تحصیل سے فارغ نہیں ہوتے کہ دین اور دین کی ہمدردی سے پہلے ہی فارغ اور مستغنی ہو چکتے ہیں۔ یہ میں نے صرف ایک شاخ کا ذکر کیا ہے جو حال کے زمانہ میں ضلالت کے پھلوں سے لدی ہوئی ہے۔ مگر اس کے سوا صدہا اور شاخیں بھی ہیں جو اس سے کم نہیں۔! عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ دنیا سے امانت اور دیانت ایسی اُٹھ گئی ہے کہ گویا بکلّی مفقود ہو گئی ہے۔ دنیا کمانے کے لئے مکر اور فریب حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ جو شخص سب سے زیادہ شریر ہو وہی سب سے زیادہ لائق سمجھا جاتا ہے۔ طرح طرح کی ناراستی ، بددیانتی ، حرام کاری ، دغابازی ، دروغ گوئی اور نہایت درجہ کی رُوبہ بازی اور لالچ سے بھرے ہوئے منصوبے اور بدذاتی سے بھری ہوئی خصلتیں پھیلتی جاتی ہیں اور نہایت بے رحمی سے ملے ہوئے کینے اور جھگڑے ترقی پر ہیں۔ اور جذبات بہیمیّہ اور سَبعیّہ کا ایک طوفان اُٹھا ہوا ہے اور جس قدر لوگ اِن علوم اور قوانین مروّجہ میں چُست وچالاک ہوتے جاتے ہیں اُسی قدر نیک گوہری اور نیک کرداری کی طبعی خصلتیں اور حیا اور شرم اور خدا ترسی اور دیانت کی فطرتی خاصیتیں اُن میں کم ہوتی جاتی ہیں۔“

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 4 تا 5)

یہ گویا مختلف محاذ ہیں جن کے خلاف آج اسلام احمدیت کی شکل میں حملہ آور ہے۔ حضور علیہ السلام اپنی اسی کتاب فتح اسلام میں آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:۔

”اے لوگو تم اپنے سچے خداوند خدا اپنے حقیقی خالق اپنے واقعی معبود کی شناخت اور محبت اور اطاعت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ پس جب تک یہ امر جو تمہاری خِلقت کی علّت غائی ہے بیّن طور پر تم میں ظاہر نہ ہو تب تک تم اپنی حقیقی نجات سے بہت دُور ہو۔ اگر تم انصاف سے بات کرو تو تم اپنی اندرونی حالت پر آپ ہی گواہ ہو سکتے ہو کہ بجائے خداپرستی کے ہر دم دنیا پرستی کا ایک قوی ہیکل بُت تمہارے دل کے سامنے ہے جس کو تم ایک ایک سیکنڈ میں ہزار ہزار سجدہ کر رہے ہو اور تمہارے تمام اوقات عزیز دنیا کی جق جق بک بک میں ایسے مستغرق ہو رہے ہیں کہ تمہیں دوسری طرف نظر اُٹھانے کی فرصت نہیں۔ کبھی تمہیں یاد بھی ہے کہ انجام اس ہستی کا کیا ہے۔ کہاں ہے تم میں انصاف! کہاں ہے تم میں امانت! کہاں ہے تم میں وہ راستبازی اور خدا ترسی اور دیانتداری اور فروتنی جس کی طرف تمہیں قرآن بلاتا ہے تمہیں کبھی بھولے بسرے برسوں میں بھی تو یاد نہیں آتا کہ ہمارا کوئی خدا بھی ہے۔ کبھی تمہارے دل میں نہیں گذرتا کہ اُس کے کیا کیا حقوق تم پر ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ تم نے کوئی غرض کوئی واسطہ کوئی تعلق اُس قیّوم حقیقی سے رکھا ہوا ہی نہیں اور اُس کا نام تک لینا تم پر مشکل ہے۔ اب چالاکی سے تم لڑو گے کہ ایسا ہرگز نہیں لیکن خدا تعالیٰ کا قانون قدرت تمہیں شرمندہ کرتا ہے جبکہ وہ تمہیں جتلاتا ہے کہ ایمانداروں کی نشانیاں تم میں نہیں۔ اگرچہ تم اپنی دنیوی فکروں اور سوچوں میں بڑے زور سے اپنی دانشمندی اور متانتِ رائے کے مدعی ہو۔ مگر تمہاری لیاقت تمہاری نکتہ رسی تمہاری دُور اندیشی صرف دنیا کے کناروں تک ختم ہو جاتی ہے اور تم اپنی اس عقل کے ذریعہ سے اُس دوسرے عالم کا ایک ذرہ سا گوشہ بھی نہیں دیکھ سکتے جس کی سکونت ابدی کے لئے تمہاری روحیں پیدا کی گئی ہیں۔ تم دنیا کی زندگی پر ایسے مطمئن بیٹھے ہو جیسے کوئی شخص ایک چیز ہمیشہ رہنے والی پر مطمئن ہوتا ہے۔ مگر وہ دوسرا عالم جس کی خوشیاں سچے اطمینان کے لائق اور دائمی ہیں وہ ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی تمہیں یاد نہیں آتا۔ کیا بد قسمتی ہے کہ ایک بڑے امرِ اہم سے تم قطعاً غافل اور آنکھیں بند کئے بیٹھے ہو اور جو گزشتنی گزاشتنی امور ہیں اُن کی ہوس میں دن رات سرپٹ دوڑ رہے ہو تمہیں خوب خبر ہے کہ بلاشبہ وہ وقت تم پر آنے والا ہے کہ جو ایک دم میں تمہاری زندگی اور تمہاری ساری آرزوؤں کا خاتمہ کر دے گا مگر یہ عجیب شقاوت ہے کہ باوجود علم کے پھر اپنے تمام اوقات دنیا طلبی میں ہی برباد کر رہے ہو۔ اور دنیا طلبی بھی صرف وسائل

جائزہ تک محدود نہیں بلکہ تمام ناجائز وسیلے جھوٹ اور دغا سے لے کر ناحق کے خون تک تم نے حلال کر رکھے ہیں۔ اور اِن تمام شرمناک جرائم کے ساتھ جو تم میں پھیلے ہوئے ہیں کہتے ہو کہ آسمانی نور اور آسمانی سلسلہ کی ہمیں ضرورت نہیں بلکہ اس سے سخت عداوت رکھتے ہو اور تم نے خدا تعالیٰ کے آسمانی سلسلہ کو بہت ہلکا سمجھ رکھا ہے یہاں تک کہ اُس کے ذکر کرنے میں بھی تمہاری زبانیں کراہت سے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ اور بڑی رعونت اور ناک چڑھانے کی حالت میں ہجو کا حق ادا کرتی ہیں اور تم بار بار کہتے ہو کہ ہمیں کیوں کر یقین آوے کہ یہ سلسلہ منجانب اللہ ہے۔ میں ابھی اس کا جواب دے چکا ہوں کہ اس درخت کو اس کے پھلوں سے اور اس نیر کو اُس کی روشنی سے شناخت کرو گے۔ میں نے ایک دفعہ یہ پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے۔ اب تمہارے اختیار میں ہے کہ اس کو قبول کرو یا نہ کرو اور میری باتوں کو یاد رکھو یا لوحِ حافظہ سے بُھلا دو۔"

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 43-44)

غرض یہ ہیں کچھ محاذ جن سے ہم نے اسلام کی جنگ لڑنی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں طاغوتی طاقتوں کے خلاف اسلام کی اس جنگ کا سپہ سالار میں ہوں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس اُمّت کے لئے ابتدا سے موعود تھا۔ اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اُس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا۔ جس کی بشارت آج سے تیر1300 سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ وہ مَیں ہی ہوں۔"

(تذکرۃ الشادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 3-4)

اسی طرح ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ عاجز بھی ایسے وقت میں آیا ہے کہ جب اندرونی اختلافات انتہاء تک پہنچ گئے اور ایک فرقہ دوسرے کو کافر بنانے لگا اس تفرقہ کے وقت میں امت محمدیہ کو ایک حَکَم کی ضرورت تھی سو خدا نے مجھے حَکَم کر کے بھیجا ہے۔"

(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد 13 حاشیہ صفحہ 257)

غلبۂ اسلام کی عظیم الشان مہم کا بار گراں اٹھانے والی جماعت

یہ تسلسل میں نے خود قائم کیا ہے اور یہ اس طرح چلایا گیا ہے کہ حضرت مہدی معہود علیہ السلام کو قلب سلیم عطا کیا گیا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آپ کا ایک نہ ٹوٹنے والا رشتہ محبت تھا۔ آپ کے قلب سلیم کو محبت رب کریم اور عشق محمد مصطفیٰ ﷺ سے اس لئے معمور کیا کہ آپ کے ذریعہ اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کی مہم چلائی جانے والی تھی۔ اس کے سردار اور سپہ سالار قیامت تک کے لئے آنحضرت کی بشارت کی رو سے آپ نے مقرر ہونا تھا۔ یہ کام بڑا اہم اور یہ مہم بڑی کٹھن تھی اس لئے ایک متقی، پرہیز گار، خدا سے خائف اور خدا کے در پر جھکی رہنے والی جماعت کی ضرورت تھی جو اس عظیم الشان فریضہ کو سرانجام دے سکے۔ اس واسطے آپ نے اس قسم کی جماعت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت تک لاکھوں کی مخلص اور ایثار پیشہ جماعت پیدا ہو گئی جس نے اپنی استعداد، اور ہمت کے مطابق بلکہ اس سے بڑھ کر غلبۂ اسلام کی عظیم الشان مہم کا بار گراں اپنے کندھوں پر اٹھایا۔

غلبۂ اسلام کا اہم روحانی محاذ

یہ جماعت مختلف محاذوں پر جنگ لڑ رہی ہے۔ یہ وہ جنگ نہیں ہے اور یہ وہ محاذ نہیں جن پر ٹینک استعمال ہوتے ہیں یا توپیں چلائی جاتی ہیں یا گولیاں چلتی ہیں یا ہوائی جہازوں سے بمباری کی جاتی ہے یا بعض دفعہ ایٹم بم استعمال کیے جاتے ہیں۔ ہمارا محاذ اس قسم کی جنگوں سے یکسر مختلف ہے۔ ہمارا محاذ روحانی محاذ ہے۔ یہ ایک لحاظ سے بڑا باریک اور نازک محاذ ہے۔ ایک لحاظ سے شاید اس قسم کی قربانی نہیں چاہتا جس قسم کی قربانی عام جنگوں میں دی جاتی ہے لیکن اہمیت کے لحاظ سے دنیوی جنگوں کی نسبت مشکل بھی ہے اور اہم بھی ہے۔ گویا روحانی جنگ بڑی اہمیت کی حامل بھی ہے اور آسان بھی ہے کسی کے کان کاٹ دینا آسان ہے کسی کے منہ پر تھپڑ لگا دینا آسان ہے۔ یہ بڑی معمولی بات ہے اور کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ بعض دفعہ چپکے سے کوئی

آدمی کسی کے کان کاٹ دیتا ہے۔ ایسے کئی واقعات تاریخ میں پائے جاتے ہیں لیکن کسی کے دل کو تبدیل کر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ ایک عظیم مہم چلانے اور ایک عظیم انقلاب بپا کرنے کا مقتضی ہے۔ یہ کام تو دراصل خدا تعالیٰ خود کرتا ہے۔ انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ انسان کے لئے تو صرف اتنی بات ہے کہ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ اور عاجزانہ راہوں کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرتا رہے۔ اس عظیم مہم میں انسان کی تھوڑی سی Contribution یا تھوڑا سا حصہ ہے مگر خدا تعالیٰ جو رؤف و رحیم ہے وہ اس کے بدلہ میں فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں کامیاب کیا حالانکہ سب کچھ خدا تعالیٰ کرنے والا ہے۔ وہ خود ہی ہمیں اپنی رحمتوں سے نوازتا اور اپنی جنتوں میں داخل کرتا ہے۔

احمدیت کی دشمنی اور کفر کے فتوے

چنانچہ یہ جماعت جب اصلاح خلق اور غلبۂ اسلام کے لئے میدان جہاد میں اتری تو اس نے اپنوں اور بیگانوں ہر ایک سے دشمنی مول لی کیونکہ دنیا میں جو سب سے بڑا آدمی تھا اور مالدار اور معزز سمجھا جاتا تھا اس کو بھی کہا گیا کہ بندۂ خدا اسلام نے تو ہمیں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اسے اشرف المخلوقات بنایا اور انسان، انسان میں ایک حسین مساوات کا سلسلہ جاری فرمایا مگر تم اپنے مال و دولت، سیاسی اقتدار یا عزت و وجاہت کی طرف نگاہ کرتے ہوئے انسان، انسان میں فرق کرتے ہو حالانکہ خدا کی نگاہ میں ہر انسان عزت اور شرف کا مالک ہے۔ لیکن تم بعض انسان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہو تو جواب ملتا ہے تم کون ہوتے ہو میرے پاس آکر ایسی باتیں کرنے والے؟ چنانچہ اس دشمنی نے کفر کے فتووں کا رنگ اختیار کر لیا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت کو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ ﷺ کا پیار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور جو اپنا سب کچھ اسلام کی عالمگیر غلبہ کی خاطر خدا کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے وہ جہاں اور جس محاذ پر اسلام کی حسین تعلیم لے کر پہنچتی ہے تو اس محاذ سے جواب ملتا ہے کہ تم کافر ہو۔

پس اگرچہ یہ کام بڑا مشکل ہے اور یہ مہم بڑی کٹھن ہے لیکن انشاء اللہ یہ سر ہو کر رہے گی۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جس جماعت کو خود خدا نے قائم فرمایا ہو وہ ناکام ہو۔ اس لئے مجھے اور آپ کو یہ فکر نہیں ہونی چاہئے کہ سلسلہ کامیاب ہو گا یا نہیں بلکہ

ہمیں یہ فکر ہونی چاہئے کہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کی صورت میں جو کامیابی متوقع ہے اور اس کی جو جزاء رکھی گئی ہے اور انعامات مقرر کئے گئے ہیں ہم ان کے حصہ دار بنتے ہیں یا نہیں۔

جماعت احمدیہ کا قیام اور روحانی جنگ کا آغاز

یہ جنگ تو اسی وقت سے شروع ہو گئی تھی جب روحانی اصلاح کے لئے ایک جماعت تیار ہو گئی یا جس وقت تیار کی جانے لگی کیونکہ تربیت اور تبلیغ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ دنیوی فوجوں کے متعلق بعض عقلمند جرنیلوں کا یہ قول ہے کہ فوجوں کی تربیت کرتے رہو ورنہ یہ کام کی نہیں رہتیں۔ ہماری جماعت کا بھی یہی حال ہے۔ ایک ہی وقت میں جماعت کی تربیت بھی ہو رہی ہے اور جماعت دوسروں کی تربیت و اصلاح کی کوشش بھی کر رہی ہے۔

پس اللہ کے حکم سے اللہ کے فرمان کے مطابق قرآن کریم کے نور سے منور ہو کر، حضرت نبی اکرم ﷺ کے عشق میں فنا ہو کر ہم نے مختلف محاذوں پر روحانی جنگ کا آغاز کیا ہے۔ یہ انسان پر حملہ نہیں۔ ہم نے انسان کو دکھ دینے کے منصوبے نہیں بنائے۔ ہم نے انسان کو سکھ پہنچانے کے منصوبے بنائے ہیں اور اس کے جو گند تھے ان کو دھونے کے لئے ہاتھ بڑھائے ہیں۔ ہم نے اس کے منہ پر تھپڑ لگانے کے لئے اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے بلکہ اس کی بے لوث خدمت کرنے کے لئے آگے بڑھے ہیں۔

جماعت احمدیہ کی اصل تعلیم

میں پہلے بھی کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ راولپنڈی کی جماعت کو میں نے ہدایت کی تھی کہ چند مفلس گھرانوں کو منتخب کر کے ان کی خدمت کے کام کرو مثلاً ان سے کہو کہ آئندہ ہم تمہیں گندے کپڑوں میں ملبوس نہیں دیکھنا چاہتے۔ ہم تمہیں صابن دیتے ہیں تم کپڑوں کو صاف رکھو یا اگر تمہارے پاس وقت نہیں ہے تو ہم تمہارے کپڑے دھوتے ہیں۔ ہم تمہارے کپڑے کسی لانڈری میں نہیں دھلوائیں گے۔ ہم پیار کے جذبہ کے ماتحت تمہاری خدمت کر رہے ہیں اس لئے تمہارے کپڑے لانڈری میں لے کر نہیں جائیں گے بلکہ ہمارے گھر میں ہماری بیویاں، بیٹیاں، مائیں اور بہنیں دھوئیں گی اور پھر تمہارے پاس

لے کر آئیں گے۔ یہ تو ایک دنیا کی مثال ہے اور دنیوی طور پر انسان کی خدمت سے تعلق رکھتی ہے گو ہمیں اس قسم کی تعلیم بھی دی گئی ہے لیکن ہماری اصل تعلیم یہ ہے کہ ہم نے دلوں کے گند صاف کرنے ہیں اور ان کو روحانی طور پر پاک و صاف کرنا ہے۔ چنانچہ جب اس تعلیم کی رو سے (جیسا کہ اوپر کے اقتباسات میں گذر چکا ہے) ہم لوگوں کو کہتے ہیں کہ ہم تمہیں روحانی طور پر پاک کرنا چاہتے ہیں ہم تمہارے دلوں کی گندگی کو دور کر کے تمہیں پاک و صاف بنانا چاہتے ہیں تو وہ کفر کا کوڑا لے کر ہم پر برسانے لگتے ہیں۔ ہم انہیں کہتے ہیں خدا کے بندو! توحید پر قائم رہو۔ انسانی فطرت یہی چاہتی ہے۔ اسلام کی تعلیم یہی بتاتی ہے مگر اس کے باوجود تم قبروں پر سجدہ کرتے ہو اور پیروں کو وہ مقام دیتے ہو جو صرف اور صرف خدا کو سزاوار ہے۔ گویا خدا کو چھوڑ کر تم نے بے شمار بت اپنے سینوں میں سجا رکھے ہیں۔ تم صبح و شام ان کی طرف جھکتے اور ان سے مدد مانگتے ہو۔ ہم تمہیں خدائے واحد و یگانہ کی طرف بلاتے، اس کی صفات کاملہ کی معرفت سمجھاتے اور اسی سے استمداد اور استعانت کی حقیقت بتاتے ہیں تو تم ہمارے خلاف کفر کے فتوے دینے لگ جاتے ہو۔ بندوقیں لے کر ہمارے پیچھے پڑ جاتے ہو۔ ہمارے مکانوں کو نذر آتش اور افراد کو تہ تیغ کرنے کے منصوبے بنانے لگ جاتے ہو یہاں تک کہ اعلانیہ کہتے پھرتے ہو کہ ہم تمہیں ہلاک کر دیں گے اور تمہارا نام و نشان مٹا دیں گے۔ ٹھیک ہے ہم خدا کی رضا پر بہر حال راضی ہیں اگر خدا تعالیٰ کا یہی منشاء ہے اور اگر تم نے ایسا کیا۔ ویسے ہمیں خدا کے فضلوں کا پہلے بھی سہارا رہا ہے اور اب بھی امید ہے کہ اس کے فضل ہمارے شامل حال ہوں گے تو ہمارے جسم کے ذرے ہوا میں اس طرح تحلیل ہوں گے کہ جسمانی آنکھ تو انہیں نہیں دیکھ سکے گی مگر ہر ذرّہ خدا کے نور سے منور اور خدائی صفات کی تجلی گاہ بن جائے گا۔ تمہارے ان منصوبوں کے نتیجہ میں بھی ہم گھاٹے میں نہیں رہیں گے ہم بہر حال فائدہ میں رہیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو بڑے درد بھرے الفاظ میں فرمایا میں تو تمہاری خیر خواہی چاہتا اور نیکی کے کام کرتا ہوں تم کھڑے ہوتے ہو اور میری تکفیر کرنے لگتے ہو۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

”توبہ کرو اور خدا سے ڈرو اور حد سے مت بڑھو۔ اگر دل سخت نہیں ہو گئے تو اس قدر کیوں دلیری ہے کہ خواہ نخواہ ایسے شخص کو کافر بنایا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں کی رو سے خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور قرآن کو خاتم الکتب تسلیم کرتا ہے۔ تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے اور اہل قبلہ ہے اور شریعت کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے۔۔۔۔

خوب یاد رکھو کہ مجھ کو کافر کہنا آسان نہیں تم نے ایک بھاری بوجھ سر پر اٹھایا ہے اور تم سے ان سب باتوں کا جواب پوچھا جائے گا“

(سراج منیر۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 6)

اسی طرح آپ کفر کے جوابی حملہ کے طور پر یعنی مومن بنانے کی جو مہم ہے اس کے مقابلہ میں تکفیر کی جو مہم ہے اس کا مقابلہ بڑے دلکش انداز میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

” یاد رہے کہ میں نے کشف صریح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر جسمانی سختی کشی کا حصہ آٹھ یا نو ماہ تک لیا اور بھوک اور پیاس کا مزہ چکھا اور پھر اس طریق کو علی الدوام بجالانا چھوڑ دیا اور کبھی کبھی اس کو اختیار بھی کیا یہ تو سب کچھ ہوا لیکن روحانی سختی کشی کا حصہ ہنوز باقی تھا۔ سو وہ حصہ ان دنوں میں مجھے اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور تکفیر اور توہین اور ایسا ہی دوسرے جہلاء کے دشنام اور دل آزاری سے مل گیا۔ اور جس قدر یہ حصہ بھی مجھے ملا میری رائے ہے کہ تیرہ سو برس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کم کسی کو ملا ہو گا۔ میرے لئے تکفیر کے فتوے طیّار ہو کر مجھے تمام مشرکوں اور عیسائیوں اور دہریوں سے بدتر ٹھہرایا گیا اور قوم کے سفہاء نے اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے مجھے وہ گالیاں دیں کہ اب تک مجھے کسی دوسرے کے سوانح میں ان کی نظیر نہیں ملی۔ سو میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ دونوں قسم کی سختی سے میرا امتحان کیا گیا (اور اسکے فضل نے کامیاب کیا)۔“

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد 13 حاشیہ صفحہ 200-201)

اسی طرح حضور علیہ السلام اپنی کتاب مسیح ہندوستان میں فرماتے ہیں:۔

”اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں۔ اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کر دوں۔ اور مجھے اس نے حق کے طالبوں کی تسلّی پانے کے لئے

آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں اور میری تائید میں اپنے عجیب کام دکھلائے ہیں اور غیب کی باتیں اور آئندہ کے بھید جو خدائے تعالیٰ کی پاک کتابوں کی رو سے صادق کی شناخت کے لئے اصل معیار ہے میرے پر کھولے ہیں اور پاک معارف اور علوم مجھے عطا فرمائے ہیں اس لئے ان روحوں نے مجھ سے دشمنی کی جو سچائی کو نہیں چاہتیں اور تاریکی سے خوش ہیں۔ مگر میں نے چاہا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے نوع انسان کی ہمدردی کروں۔“

(مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 13)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

”اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مواخذہ الٰہی سے ڈرتے ہیں وہ بلا تحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے ویسا ہی ڈرتے رہیں اور ان کے فتووں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جاویں کیونکہ یہ فتوے کوئی نئی بات نہیں۔“

(نشان آسمانی۔ روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 400)

پھر آپ تکفیر کا فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنالیوے۔ سو اِس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا۔ میرے لئے فتویٰ طیار کیا۔ میں نے سبقت کر کے اُن کے لئے کوئی فتویٰ طیار نہیں کیا اور اس بات کا وہ خود اقرار کر سکتے ہیں کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہوں تو مجھ کو کافر بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ اُن پر یہی ہے کہ وہ خود کافر ہیں۔ سو میں اُن کو کافر نہیں کہتا بلکہ وہ مجھ کو کافر کہہ کر خود فتویٰ نبوی کے نیچے آتے ہیں (اور کافر بن جاتے ہیں)۔“

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 433)

تکفیر کی ابتداء خود مولویوں نے کی

آپ نے ایک اور جگہ لکھا ہے کہ میں ابتدائے زمانہ تین سال تک لوگوں سے کہتا رہا ہوں کہ میں تمہیں کافر نہیں سمجھتا اس لئے میں تم سے مباہلہ کیسے کروں کیونکہ مومن سے مباہلہ جائز نہیں۔ اب ہمارے زمانہ میں بھی یہ ایک بے ہودہ رسم چل نکلی ہے کہ لوگ کہتے ہیں آؤ مباہلہ کر لیں۔ چنانچہ بعض دفعہ مجھے بھی کئی لوگ مباہلہ کی دعوت دیتے ہیں حالانکہ یہ اسلامی تعلیم کی رو سے درست نہیں۔ کافر کے علاوہ کسی مومن سے مباہلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ تم اس شخص پر لعنت کیسے ڈال سکتے ہو جس کو تم مومن بھی سمجھتے ہو۔

غرض آپ نے لکھا کہ میں تین سال تک مولویوں کو سمجھاتا رہا لیکن انہوں نے بار بار یہ کہا کہ ہم تو تمہیں نعوذ باللہ کافر کہتے ہیں اور لعنتی سمجھتے ہیں اس لئے آؤ مباہلہ کر لیں۔ گویا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر بھی کافر کہنے کی ابتداء خود مولویوں نے کی اور اس لئے کی کہ وہ اسلام کی حقیقت کو پہچانتے نہیں تھے۔ دنیا چھوڑنی پڑتی تھی اور ان کو اس بات پر غصہ آتا تھا کہ ان سے دنیا کیوں چھڑوا رہے ہیں۔

اسلام کی روحانی جنگ کا انجام

اب سنئے اس سارے کھیل کا آخری انجام یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے ذریعہ جو روحانی جنگ لڑی جا رہی ہے اس کا انجام بھی تو کوئی ہونا چاہیئے تھا۔ تا کہ آپ پوری تسلی کے ساتھ، پورے عزم کے ساتھ پوری جرأت کے ساتھ، فنا فی اللہ اور فنا فی محمدؐ کے پورے مقام کے ساتھ اس جنگ میں داخل ہوں اور ایک لحظہ کے لئے بھی آپ کے ذہن میں یہ شبہ پیدا نہ ہو کہ ہمارے لئے ناکامی کا کوئی امکان بھی ہے۔ آپ تسلی رکھیں آپ اس عظیم الشان مہم کے کردار ہیں جو خدائی منشاء سے جاری ہے اور جس میں ناکامی کا کوئی امکان ہی نہیں البتہ میرے یا تیرے کے ٹھوکر کھانے کا امکان ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو محفوظ رکھے لیکن یہ سمجھنا کہ غلبۂ اسلام کی یہ مہم ناکام ہو جائے گی غلط ہے۔ خدا نے آسمانوں پر یہ

فیصلہ کر رکھا ہے کہ میں احمدیت کے ذریعہ اسلام کو رفعت بخشوں گا اور اس کے مخالفوں کی حیثیت چوہڑے چماروں کی بن کر رہ جائے گی۔ جس طرح 20-25 ہزار کی آبادی میں دو چار گھر چوہڑوں کے ہوتے ہیں یہی حال اسلام اور احمدیت کو نہ ماننے والوں کا ہو گا۔ یہ خدا کے فیصلے ہیں جو ایک نہ ایک دن ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔

احمدیت کی فتح نمایاں

پس جب خدا نے اسلام اور احمدیت کی ترقی کا فیصلہ کر چھوڑا ہے پھر شیطان تمہیں کیسے ورغلا سکتا ہے کیا خدا اپنے وعدوں کا سچا خدا نہیں ہے۔ یہ خدا کی تقدیر ہے کہ اسلام ساری دنیا پر غالب آئے شیطانی طاقتیں اور قوتیں، منصوبے اور تدبیریں اسے ناکام نہیں کر سکتیں۔ پس ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میرے سامنے جب اس قسم کے حالات کا ذکر ہوتا ہے تو میری روح کے کسی گوشے میں ذرہ بھر گھبراہٹ یا اندھیرے کی لکیر تک پیدا نہیں ہوتی۔ ایک احمدی کے دل میں گھبراہٹ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتح یاب ہوں گا مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لا حاصل ہیں۔“

(انوار الاسلام۔ روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 23)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:۔

”خدائے تعالیٰ کے ساتھ ان لوگوں کو نہایت کامل وفاداری کا تعلق ہوتا ہے اور ایک عجیب مستی جانفشانی کی اُن کے اندر ہوتی ہے اور اُن کی روح کو خدائے تعالیٰ کی روح کے ساتھ وفاداری کا ایک راز ہوتا ہے جس کو کوئی بیان نہیں کر سکا۔ اس لئے

حضرت احدیت میں اُن کا ایک مرتبہ ہوتا ہے جس کو خلقت نہیں پہچانتی وہ چیز جو خاص طور پر اُن میں زیادہ ہے اور جو سرچشمہ تمام برکات کا ہے اور جس کی وجہ سے یہ ڈوبتے ہوئے پھر نکل آتے ہیں اور موت تک پہنچ کر پھر زندہ ہو جاتے ہیں اور ذلتیں اُٹھا کر پھر تاجِ عزت دکھا دیتے ہیں اور مہجور اور اکیلے ہو کر پھر ناگہاں ایک جماعت کے ساتھ نظر آتے ہیں وہ یہی رازوفاداری ہے جس کے رشتہ محکم کو نہ تلواریں قطع کر سکتی ہیں اور نہ دنیا کا کوئی بلوہ اور خوف اور مفسدہ اس کو ڈھیلا کر سکتا ہے۔ السّلام علیھم من اللّٰہ وملآئکتہٖ ومن الصلحاء اجمعین۔“

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 337)

غلبۂ اسلام کی جنگ شروع ہو گئی تو اس جنگ میں ہر گھڑی نصرتِ الٰہی کا منتظر رہنا لازمی بات ہے۔ اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:۔

”اے مسلمانو! اگر تم سچے دل سے حضرت خداوند تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو اور نصرت الٰہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آ گیا اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبہ نے اس کی بنا ڈالی بلکہ یہ وہی صُبح صادق ظہور پذیر ہو گئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی خدائے تعالیٰ نے بڑی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا قریب تھا کہ تم کسی مہلک گڑھے میں جا پڑتے مگر اُس کے باشفقت ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اٹھا لیا سو شکر کرو اور خوشی سے اُچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دن آ گیا۔ خدائے تعالیٰ اپنے دین کے باغ کو جس کی راستبازوں کے خونوں سے آبپاشی ہوئی تھی کبھی ضائع کرنا نہیں چاہتا وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ غیر قوموں کے مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک پرانے قصوں کا ذخیرہ ہو جس میں موجودہ برکت کچھ بھی نہ ہو وہ ظلمت کے کامل غلبہ کے وقت اپنی طرف سے نور پہنچاتا ہے کیا اندھیری رات کے بعد نئے چاند کے چڑھنے کے انتظار نہیں ہوتے کیا تم سلخ کی رات کو جو ظلمت کی آخری رات ہے دیکھ کر حکم نہیں کرتے کہ کل نیا چاند نکلنے والا ہے۔ افسوس کہ تم اس دنیا کے ظاہری قانون قدرت کو تو خوب سمجھتے ہو مگر اس روحانی قانون فطرت سے جو اُسی کا ہم شکل ہے بکلّی بے خبر ہو۔“

(ازالہ اوہام۔ حصہ اول روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 104-105)

پھر آپ مخالفتوں کو صبر سے برداشت کرنے کے نتیجہ میں آسمان پر مقبولیت پانے کی خوشخبری دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اُترے گی اور رُوح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہو گا۔ اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سنو اور چپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل اُن کے خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں اُنہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ اور وہ اُن کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ دنیا صادق کو نہیں دیکھتی پر خدا جو علیم و خبیر ہے وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے۔ پس اپنے ہاتھ سے اُس کو بچاتا ہے۔“

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 68)

اسی طرح استقامت دکھانے پر آپ اپنی جماعت کو خوشخبری کا یہ پیغام دیتے ہیں:۔

”جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو بلکہ وہ اُن کے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائے گا وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اُس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں دنیا چاہتی ہے کہ ان کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن ان پر دانت پیستا ہے مگر وہ جو ان کا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے ان کو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اُس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔“

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 20)

روحانی جنگ کا عظیم الشان مقصد

غرض یہ وہ روحانی جنگ ہے جو آپ اس وقت دنیا میں لڑ رہے ہیں۔ غلبۂ اسلام کا یہ وہ معرکہ ہے جس سے ہم نبرد آزما ہیں۔ یہ وہ زبردست جہاد بالقرآن ہے جس میں آپ شب و روز مصروف ہیں اور جس کا مقصد تمام بنی نوع انسان کے دل میں حقیقی توحید کو قائم کرنا ہے اور محسن انسانیت فخر دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسن و احسان کو چار دانگ عالم میں اجاگر کرنا ہے۔ یہ وہ جنگ ہے جو آپ لڑ رہے ہیں۔ یہ وہ عظیم کارنامہ ہے جو آپ سرانجام دے رہے ہیں۔ بایں ہمہ یہاں اور وہاں آپ کو ہر طرح کا دکھ پہنچایا جاتا ہے۔ گالیاں دی جاتی ہیں۔ کافر قرار دیا جاتا ہے۔ غرض لوگوں سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ کرتے ہیں اور جو نہیں ہو سکتا اس کے کرنے کے منصوبے بناتے ہیں۔

خدا کی نگاہ میں حقیقی مسلمان

میں نے اپنے خطبہ میں جس میں میں نے آزاد کشمیر اسمبلی کی ایک قرارداد پر تبصرہ کیا ہے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ کہہ کر خود ہمارا نام مسلمان رکھا ہے اور پھر اسی آیہ کریمہ میں اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ میں نے تمہارا نام مسلمان کیوں رکھا ہے۔ دوست اس آیت کو پیش نظر رکھیں اور اسے بار بار پڑھتے رہیں اور اس حقیقت کو یاد رکھیں کہ ہمیں خدائے قادر و توانا نے مسلمان کا نام دیا ہے۔ جس آدمی کو خدا نے مسلمان کا نام دیا ہو اسے خدا کی مخلوق میں سے کوئی یا ساری مخلوق مل کر بھی غیر مسلم کیسے قرار دے سکتی ہے۔ البتہ اس قسم کے اعلان کرنے پر تو کوئی پابندی نہیں اور نہ ہی خود اپنے اسلام کا ڈھنڈورا پیٹنے کا کوئی فائدہ ہے۔ اسلام کا فائدہ تو تب ہے جب کہ انسان خدا کی نگاہ میں بھی مسلمان ہو کیونکہ اسلام کوئی شہد کی شیشی تو نہیں کہ اسے آپ گھر لے جائیں اور بوقت ضرورت استعمال کر لیں گے یا یہ کوئی ریشم کے نرم و نفیس کپڑے تو نہیں جسے آپ اپنی عورتوں کو پہنا دیں گے اور وہ ان سے خوشی اور فخر محسوس کریں گی۔ اسلام تو ایک ایسی حقیقت ہے جس کی معرفت کا راز صرف اسی شخص پر کھلتا ہے جو خدا کا ہو کر خدا کی نگاہ میں حقیقی مسلمان ٹھہرتا ہے۔ خدائی ٹھیکیداروں کی طرف سے کسی کو مسلمان بنانے یا نہ بنانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خدا نے ایک قانون بنایا ہے۔ اس نے ایک کامل تعلیم دی ہے نہ صرف یہ بلکہ خدا نے اپنی محبت اور رضا کے دروازے کھولے ہیں مگر اے مخالفو! تم اپنے اوپر ان دروازوں کو بند کرتے ہو اور

سمجھتے ہو تمہیں وہ اپنی رضا کی جنتوں میں داخل کرے گا۔ تمہارے دل میں کس جہالت نے ڈیرہ ڈال رکھا ہے اور یہ شبہ پیدا کر دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کے سایہ میں تم آسکتے ہو لیکن اس نے اپنی جنتوں میں داخل ہونے کے لئے جو دروازے بنائے ہیں تمہیں ان میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

پس یہ اور اس قسم کی دوسری باتیں سراسر بے ہودہ ہیں ان سے ڈرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ لیکن ہم نے تدبیر ضرور کرنی ہے اور وہ ہم انشاء اللہ کریں گے۔

خطرناک منصوبے اور متوقع خطرات

جماعت احمدیہ کے خلاف تین خطرناک منصوبے اور متوقع خطرات

ان خطرات سے محفوظ رہنے کی حکیمانہ ہدایات اور بیش قیمت نصائح

لمبی تمہید کا مقصد

یہ ساری تمہید جو میں نے بیان کی ہے اور جسے میں اب ختم کر رہا ہوں یہی بتانے کے لئے تھی کہ موجودہ حالات میں ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں بشارتیں دی گئی ہیں۔ ہمارے لئے بہت سی خوشخبریاں موجود ہیں لیکن کوشش ہمیں کرنی پڑے گی۔ جان و مال کی قربانی ہمیں دینی پڑے گی۔ اس صورت میں ہم اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہو سکتے کیونکہ ہماری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار سے فرمایا تم میری گود میں بیٹھو گے، تم میرے پیار کا سرور حاصل کرو گے، تم میری رضا کی لذت سے بہرہ ور ہو گے۔

دو مخالف سیاسی جماعتوں کا منصوبہ

غرض خدا تعالیٰ نے اپنے پیار کے بڑے وعدے دیئے ہیں۔ اس نے ہمیں آنحضرت ﷺ کے محبوب مہدی کے ذریعہ بہت بشارتیں دی ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا خدا تعالیٰ نے دو بڑے واضح اور مبارک رؤیا میں بتایا کہ ہمارے مخالفین کی دو سیاسی جماعتوں نے مل کر ہمارے خلاف بہت بڑا منصوبہ بنایا ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں امام جماعت احمدیہ اور افراد جماعت کو ہلاک کر دیں۔ (میں اس رؤیا کی مختصراً تعبیر بتاؤں گا اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا) چنانچہ رؤیا میں ہی مجھے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے منصوبے کو ناکام کرے گا۔ انہیں اپنے ارادوں میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا اور ہمیں کامیابی نصیب ہو گی تاہم اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم گھروں میں جا کر بیٹھ جائیں۔ ہمیں کامیابی نصیب ہو گی تاہم اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم گھروں میں جا کر بیٹھ جائیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں ان سارے روحانی انعامات کا وارث بننے کی خوشخبری دی ہے جو پہلی امتوں کو متفرق طور پر دیئے جاتے رہے ہیں مگر یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم ان انعامات کو حاصل کرنے کی شرائط نہایت خوش اسلوبی سے پوری کریں مثلاً نماز با جماعت کا بڑا ثواب ہے لیکن اگر کوئی شخص گھر میں نماز پڑھ لے اور اس کی شرائط پوری نہ کرے اس کے باوجود اپنے آپ کو انعام کا مستحق قرار دے تو ہم اسے پاگل کہیں گے خدا تعالیٰ نے گو نماز کا بہت بڑا ثواب مقرر فرمایا ہے اور بڑے انعام کی بشارت دی ہے لیکن یہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اگر کوئی جائز روک نہ ہو تو مسجد میں جاؤ وقت پر جاؤ وضو کر کے جاؤ۔ خلوص نیت کے ساتھ جاؤ۔ گویا اس قسم کی اَور بھی بہت ساری شرائط نماز ہیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم ان سب شرائط کو پورا کرو گے تو میں تمہیں روحانی انعام دوں گا، تمہارے گناہ معاف کر دوں گا، تمہیں جزائے خیر عطا کروں گا۔

غرض یہ تو ٹھیک ہے کہ ہمیں کامیابی کی بہت بشارتیں دی گئی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریاں بھول جائیں۔ ہم نے جو تدبیر کرنی ہے اور بیداری کا نمونہ دکھانا ہے اور اپنے مخالف ومعاند کے سامنے یک جہتی اور اتحاد کا مظاہرہ کرنا ہے اور اس دنیا سے استغناء کے جو مظاہرے دنیا کو دکھانے ہیں وہ آسمان سے فرشتوں نے آکر نہیں دکھانے یہ تو ہمارا کام ہے کہ ہم حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے کماحقہ تدبیر کریں۔ بیداری اور چوکسی، اتحاد اور اتفاق کا ایسا شاندار مظاہرہ کریں کہ ہمارے مخالفین کو ہمارے خلاف کچھ کہنے یا کرنے کی جرأت نہ ہو۔

جماعت احمدیہ کے خلاف تحریک کے پس پردہ محرکات

جیسا کہ میں نے اپنی تقریر کے شروع میں بتایا ہے مخالفین نے ہمارے خلاف تین بڑے گھناؤنے اور خطرناک منصوبے تیار کئے۔ خدا کی شان ہے ہم تو عاجز بندے ہیں لندن سے اطلاع ملی کہ بی بی سی کے کچھ افسر آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ ربوہ میں جماعت احمدیہ کے سربراہ کا مکان سڑک کے کس طرف اور کتنی دور واقع ہے اور دارالبرکات کا تلفظ کیا ہے وغیرہ۔ گویا وہ اس طرح تفصیل معلوم کر رہے تھے جیسے وہ کسی خبر کی امید رکھتے ہوں اور اس کے اعلان کے لئے ان ذیلی چیزوں کی معلومات حاصل کر رہے ہوں۔ اس ضمن میں اَور بھی بہت سی باتیں تھیں۔ ساری بتانے والی نہیں ہوتیں۔ کچھ حصہ حکومت کے ساتھ تعلق رکھتا تھا وہ ہم نے حکومت کو بتا دیا۔

غرض اس سے پتہ لگتا ہے کہ کوئی نہ کوئی شرارت کی جا رہی ہے۔ بی بی سی کے ایک احمدی ملازم نے بتایا کہ وہ اسی قسم کی باتیں بنگلہ دیش کے فسادات سے پہلے بھی کیا کرتے تھے کہ فلاں چیز کی تفصیل کیا ہے یا فلاں لفظ کا تلفظ کیا ہے وغیرہ۔

منجملہ بہت ساری خبروں کے جو ہمیں ایک سال سے مل رہی تھیں اور جن کے متعلق ہم نے حکومت کو بتا دیا تھا۔ ایک خبر یہ تھی کہ جماعت کے افراد پر قاتلانہ حملے کئے جائیں اور اس طرح ملک میں فتنہ فساد پیدا کر کے ملک کو ختم کیا جائے کیونکہ

اصل مقصد جماعت احمدیہ کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ ملک کو نقصان پہنچانا ہے۔ لوگ ہمارے خلاف ایجی ٹیشن کرانا آسان سمجھتے ہیں اس لئے اس طریقہ پر تحریک چلا کر اصل مقصد ملک کو تباہ کرنا ہے اور بس۔

53ء کے فسادات سے بھی زیادہ خطرناک منصوبہ

53ء کے فسادات میں لوگوں نے جماعت احمدیہ کو نقصان پہنچانے کا جو نتیجہ دیکھا اس کی وجہ سے مخالفین احمدیت کے فکر اور تدبر میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ 53ء کا منصوبہ ایک خاص علاقہ تک محدود تھا مثلاً پنجاب میں فسادات ہوئے۔ پنجاب میں بھی فسادات کا حلقہ زیادہ تر لاہور اور اس کے گردونواح کے چند بڑے بڑے شہروں تک محدود تھا۔ اب انہوں نے سوچا ہے کہ یہ حلقہ محدود نہیں ہوگا بلکہ فسادات کی آگ کو دور دور تک پھیلا دیں گے۔ دوسرے 53ء کے فسادات میں ناکامی کے معاً بعد انہوں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کروادیا جو ناکام ہوا۔ اب بھی بعض قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کے اقدام کرنا چاہتے ہیں لیکن پہلے سے زیادہ مضبوط منصوبہ بنا کر امام جماعت احمدیہ پر حملہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح شاید جماعت کا ایک حصہ کمزوری دکھا سکتا ہے۔ اگر وہ جوش میں آکر دوچار آدمیوں کو قتل کر دے گا تو اس طرح قتل کا بازار گرم ہو جائے گا اور پاکستان کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔

اس منصوبے کا ایک حصہ تو گویا کثرت سے قتل وغارت کرانا ہے۔ اس میں تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے واضح رؤیا میں دکھا دیا ہے یہ لوگ ناکام ہوں گے اور ذِلّت کا مزہ چکھیں گے لیکن جہاں تک انفرادی قربانی کا تعلق ہے وہ تو ہم لوگ دیتے چلے آئے ہیں۔ اب بھی ہم دیں گے میں بھی دوں گا اور آپ میں سے بھی دیں گے۔ یہ ہمارے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اگر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح احمدیوں کے دلوں میں خوف وہراس پیدا ہوگا تو یہ ان کی غلط فہمی ہے جن کے دلوں میں خوف پیدا ہوتا ہے ان کو وہ کسی اَور دنیا میں تلاش کریں۔ ہمارے دلوں میں کبھی خوف پیدا نہیں ہوتا۔

47ء کے سنگین حالات میں بلند حوصلگی کا مظاہرہ

47ء کے خونیں فسادات میں ہمارے سروں پر سے گولیاں گزر رہی ہوتی تھیں اور ہم قہقہے لگا رہے ہوتے تھے۔ ہمارے ایک فوجی افسر اور بزرگ دوست جو خود حفاظتی کے شعبہ کے انچارج تھے وہ ہم سے جدا ہو گئے اور قریباً 24 گھنٹوں کی جدائی کے بعد جب وہ واپس آئے تو ان کا رنگ اترا ہوا تھا حالانکہ ان کو فوج کی ٹریننگ تھی۔ ہمیں دیکھ کر وہ کہنے لگے میں حیران ہو گیا ہوں۔ میں فوجی آدمی ہوں حالات بڑے نازک اور خطرناک ہیں مگر آپ ہیں کہ اسی طرح ہنس رہے ہیں جس طرح امن کے زمانہ میں ہنسا کرتے تھے اور آپ پر حالات کا کوئی اثر ہی نہیں ہے۔

غرض اس وقت بھی ہم موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتے تھے یہاں تک میں تو کہا کرتا ہوں کہ عمر بھر میں اتنا کبھی مسکرایا اور ہنسا نہیں جتنا اس زمانہ میں ہنسا کرتا تھا جب کہ گولیاں ہمارے سروں پر سے گزر رہی ہوتی تھیں۔ کئی دفعہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ آخر شہادت کا بھی تو رتبہ اور ثواب ہے خدا اس کا موقع پیدا کر دے مگر خدا تعالیٰ نے اس وقت یہ موقع پیدا نہیں کیا یہ اس کی مرضی ہے ہم تو ہر وقت اس کے حضور جان دینے کے لئے تیار ہیں۔ جان دینے سے بڑھ کر یہ قربانی ہے کہ ہم نے اپنی زندگی کا ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کیا ہوا ہے اسی طرح آپ میں سے بھی بہتوں نے اپنی جانوں کو قربان کیا ہوا ہے۔ اس لئے جان کی قربانی دینے سے میں نہیں گھبراتا۔ کسی نے یہ بڑا دلچسپ فقرہ کہا ہے کہ تم زیادہ سے زیادہ یہ کر لوگے کہ ہماری جان لے لوگے تب خدا اس دنیا سے اٹھا کر اپنے پیار کے نتیجہ میں ہمیں اپنی گود میں بٹھا لے گا مگر ہم نے تو اپنی زندگی کا ہر لمحہ خدا کے دین کی سربلندی کے لئے قربان کیا ہوا ہے۔ یہ قربانی بھی اپنی ذات میں کچھ کم قربانی تو نہیں۔

موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے والی قوم

غرض ایک تو یہ منصوبہ ہے جو ہمارے خلاف بنایا گیا ہے۔ اس سے بچنے کی تدبیر کی ایک صورت یہ ہے کہ دوست دعائیں کریں، دوسرے یہ کہ چوکس اور بیدار رہیں اور تیسرے یہ کہ نڈر ہو کر اور گردنیں اونچی کر کے چلیں اور کسی سے گھبرائیں نہیں۔ یہ لوگ تو میرے ایک خطبہ سے تلملا اٹھے ہیں۔ حالانکہ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ کسی کو کچھ کہو۔ میں نے تو کہا

تھا موت سے ہم پیار کرتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ دوسروں کو جا کر مار دیا جائے۔ اس لئے پتہ نہیں یہ لوگ کیوں گھبرا گئے ہیں۔ میں نے تو یہ کہا تھا ہمیں موت سے کوئی ڈرا نہیں سکتا۔ موت تو ہمارے لئے اسی طرح کا ایک کھلونا ہے جس طرح چھوٹی بچی کے لئے ایک گڑیا کھلونا ہوتی ہے۔ اس لئے تم ہمیں موت سے کیا ڈراؤ گے ہم تو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آگے بڑھنے والی قوم ہیں۔

باقی جہاں تک خود حفاظتی کے سامان کرنے کا تعلق ہے اس سے تو ہم نے کبھی غافل نہیں ہونا۔ یہ بزدلی نہیں ہے بلکہ عقل و فراست کا تقاضا اور خدا کا حکم ہے۔ خدا نے ہمیں بزدل نہیں بنایا۔ خدا نے ہمیں صاحب عقل و فراست اور پیکر عزم و ہمت بنایا ہے۔ وَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

احمدیت کو مٹانے والے خود ہی مٹ گئے

پس جماعت احمدیہ کے خلاف منصوبے بنانا کوئی مذاق نہیں ہے۔ احمدیت کو مٹانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

ایک دفعہ ایک بہت بڑا لیڈر جو اب فوت ہو چکا ہے ایک احمدی دوست سے کہنے لگا کیا مرزائی مسئلہ ہے۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے میں سب احمدیوں کو قتل کرا دوں گا۔ وہ بڑا پھنے خان بنا پھرتا تھا۔ خدا کی شان اس کی تعلّیاں کسی کام نہ آئیں۔ اور وہ جلد کیفر کردار کو پہنچ گیا لیکن خدا کا قائم کردہ یہ سلسلہ تین چار گنا ترقی کر گیا۔ خدا کے فرشتوں نے آسمان سے آ کر اس کی روح قبض کر لی۔ اس نے احمدیت کو کیا مٹانا تھا وہ خود ہی مٹ گیا۔

میرے سامنے بھی اس لیڈر کی بات ہوئی تو میں نے کہا اس کو کہہ دو تم ایک احمدی کو قتل کروادو گے دو کو قتل کروادو گے تین کو قتل کروادو گے مگر چوتھے کو قتل کرنے کے لئے تمہاری ماں کا بیٹا نہیں آئے گا۔ اگر چوتھے نے خدا کی تقدیر میں قتل ہونا ہو گا تو اسے کوئی اَور آ کر قتل کرے گا تم اسے قتل نہیں کر سکو گے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمیں بے بس تو نہیں چھوڑا۔ خدا نے ہمیں فرمایا ہے اگر تم میرا دامن نہیں چھوڑو گے تو میں بھی تمہارا ہاتھ نہیں چھوڑوں گا اس لئے ہم اس کی ذات وصفات

پر توکل رکھتے ہیں۔ ہم اس پر بھروسہ کرتے ہیں اور یہ محض فلسفیانہ بھروسہ نہیں ہے ہم اپنی زندگیوں میں اس کے بیشمار نشان دیکھتے ہیں۔

خلیفۂ وقت کی حفاظت کا انتظام

باقی رہا میری ذات کا سوال اور میری حفاظت کا مسئلہ تو سچی بات یہ ہے کہ مجھے تو پہرہ داروں سے بھی گھبراہٹ ہوتی ہے لیکن ٹھیک ہے تدبیر کرنا بھی جائز ہے۔ ویسے ایک خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں اپنے گھر والے عزیز رشتہ دار بچوں کو خیال رکھنا چاہیئے۔ اسی واسطے آج یہاں پہرہ دار نہیں لایا۔ میں نے کہا چلو ظاہری شکل میں بھی اس خواب کو پورا کر دوں۔

یہ خواب ہماری ایک بچی نے دیکھا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ میرا نام لے کر کہتے ہیں یہ اپنی حفاظت کا خیال کیوں نہیں رکھتا پھر وہ خود ہی بتاتے ہیں کہ اس کی حفاظت اس اس طرح ہونی چاہیئے۔ چنانچہ عزیزہ کو خواب میں دکھایا گیا کہ میرے ساتھ تین آدمی ہیں جن میں دو خاندان حضرت مسیح موعود کے ہیں اور ایک پہرہ داروں میں سے ہے۔ یہ تو خاندان والوں پر ذمہ داری آتی ہے اور ان کو ادا کرنی چاہیئے۔ ہم سب خدا کے در پر بیٹھے ہیں جب تک وہ ہمیں اس دنیا میں رکھنا چاہے گا ہم رہیں گے مگر خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کو تو نہیں چھوڑے گا۔ خدا تعالیٰ مجھے اپنے پاس بلالے گا تو میری جگہ کسی اَور کو جماعت کا خلیفہ بنا دے گا۔

ایک نہایت ہی خبیثانہ منصوبہ

دوسرا منصوبہ بھی نہایت خبیثانہ منصوبہ ہے۔ اس کے متعلق بھی دیر سے خبریں مل رہی تھیں۔ جن لوگوں نے اس قسم کا منصوبہ بنایا ہے انہوں نے دراصل احباب جماعت کو پہچانا نہیں کہ وہ کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ اس منصوبے کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ دنیوی عزت و وجاہت یا شان و شوکت اور مال و زر کے بل بوتے پر وہ احباب جماعت کے سروں کو اپنے سامنے جھکا دیں۔ وہ بزعم خود جماعت کو اتنا تنگ کریں کہ دوست ان کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائیں۔ ایسے لوگ جو اس

قسم کے منصوبے بناتے ہیں کتنے نالائق اور بیوقوف ہیں۔ وہ سمجھتے نہیں کہ ہم تو صرف ایک آستانہ پر جھکتے ہیں۔ وہ دیکھتے نہیں کہ ایک ہی در ہے جس پر ہمارا سر جھکتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کا در ہے۔ ہم تو خدا کے عاجز بندے ہیں۔ خدا اپنے پیار سے ہمیں اوپر اٹھاتا اور اپنے سینے سے لگا لیتا ہے۔ وہ روحانی سرور اور لذت جو خدا کے سامنے جھک کر اور اس کے پیار اور رضا کو حاصل کرنے سے ملتی ہے۔ یہ لوگ سارے مل کر اس لذت کا کروڑواں حصہ بھی نہیں دے سکتے۔ یہ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ جماعت احمدیہ اور اس کے افراد انہیں کیا وقعت دیتے ہیں۔ سیاسی پارٹیوں کے نام پر باہر سے پیسے کھا کر وہ ہم پر رعب جماتے ہیں کہ وہ یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔ تم کیسے کر دو گے جب کہ آنحضرت ﷺ کی سچی پیروی میں نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ کی رو سے ہمیں بھی خدا تعالیٰ نے یہ بشارت دی ہے کہ ہمیں کسی مقام پر پہنچنے میں مہینہ لگتا ہو گا مگر ہمارا رعب وہاں پہلے ہی پہنچ جائے گا۔ اس رعب کا مقابلہ تم اپنے رعب کے ساتھ بھلا کیسے کر سکتے ہو۔ اس لئے کوئی احمدی دوست تمہارے سامنے تمہارے رعب کے نتیجہ میں یا تمہاری دنیوی شان و شوکت کی وجہ سے کبھی نہیں جھکے گا۔ ہمارے سر انسان کے سامنے جھکنے کے لئے پیدا ہی نہیں کئے گئے اور نہ ہی انشاء اللہ وہ کسی کے سامنے کبھی جھکیں گے۔

منافقین کے ذریعہ متوازی جماعت بنانے کا منصوبہ

تیسرا منصوبہ ربوہ میں منافقین کے ذریعہ ایک متوازی جماعت قائم کرنے سے متعلق ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایسا تصرّف فرمایا کہ مجھ تک ان کی یہ بات پہنچ گئی۔ ہمارے مخالفین کچھ منافقوں کو ساتھ ملا کر ربوہ میں ہی ان کا مرکز بنا کر ایک متوازی جماعت قائم کر کے جماعت احمدیہ کو دو حصوں میں بانٹ دینا چاہتے ہیں تا کہ اس طرح جماعت احمدیہ کی طاقت ٹوٹ جائے مگر وہ اس بات کو سمجھتے نہیں کہ منافق کا سر تو اس لئے بچا ہوا ہے کہ خدا کہتا ہے کہ نہیں! مَیں اس کو سَزا دوں گا۔ تمہاری سزا سے زیادہ سخت سزا دوں گا۔ تم خدا کے مقابلہ میں منافق کی بھلا کیا حفاظت کر سکو گے۔

منافقت آج کا روگ نہیں یہ تو بہت پرانا روگ ہے۔ جماعت احمدیہ بڑے بڑے مشکل مراحل سے گذری ہے اور ہر مرحلے پر بڑے بڑے منافقوں سے اس کا پالا پڑا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتداء میں جماعت احمدیہ کو منافقوں کے سب سے بڑے فتنہ کا مقابلہ کرنا پڑا۔ وہ ایک ایسا فتنہ تھا کہ اس کے بعد کے فتنے اس کا عشر عشیر بھی نہیں تھے۔

اس وقت منافقین نے یہ اعلان کیا تھا کہ جماعت کا 95 فیصد حصہ ان کے ساتھ ہے اور صرف 5 فیصد خلافت کے ساتھ وابستہ ہے۔ جماعت کے اندر نفاق کا اس سے بڑا منصوبہ اور کون سا ہوگا۔ مگر جماعت احمدیہ نے اپنے اولو العزم امام کی رہنمائی میں اپنی تاریخ کے اس سب سے بڑے فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور منافقین کو اپنے اندر سے اس طرح نکال باہر کیا جس طرح دودھ میں اگر مکھی پڑ جائے تو لوگ اس کو نکال کر باہر پھینک دیتے ہیں۔ چنانچہ جب کبھی ایسے حالات پیدا ہوئے جماعت نے نفاق کے گند کو باہر نکال کر پھینک دیا اور ہم نے اپنے آپ کو غسلِ مصفّٰی کی طرح پاک وصاف پایا۔

پس اگر اب بھی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ منافقوں کو شہ دے کر یا ان کو چند لاکھ روپے دے کر، جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں ایک نئی تنظیم کھڑی کر کے اور ان کو بعض عمارتوں پر قبضہ دلا کر جماعت احمدیہ کو ناکام کر دیں گے تو یہ ان کی بھُول ہے۔ عمارتیں کیا چیز ہوتی ہیں۔ پتھر کے بنے ہوئے مکانوں کی حیثیت کیا ہے ان سے بڑھ کر خوبصورت اور پختہ مکانوں کو تو ہم تقسیم ملک کے وقت قادیان میں چھوڑ آئے تھے۔

تقسیم ملک کے وقت جماعت کی بے مثال قربانیاں

ایک مجھے خیال آیا میں نے اندازہ لگایا کہ ساڑھے تین کروڑ روپے کی جائیداد صرف خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہاں چھوڑ دی اور آرام سے پاکستان آ گئے۔ کسی وقت تو یہ بڑی سستی جائیداد تھی جس طرح مال روڈ لاہور کی جائیداد بڑی سستی تھی لیکن آج وہاں ایک ایک مرلہ پچاس پچاس ہزار روپے میں بک رہا ہے۔ جب پارٹیشن ہوئی میں سب سے آخر میں آیا تھا۔ ہم نے ایک جگہ اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر اپنے اُن بھائیوں اور بہنوں کو جو ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے سکھوں کی یلغار سے بچانے کے لئے مسجد اقصیٰ کے مغرب میں دو تین گیلیاں ڈال کر راستہ بنایا اور وہاں سے ان کو بحفاظت گذارا۔ میں مسجد اقصیٰ کے دروازے میں کھڑا تھا۔ سامنے ایک سکھ سپاہی کھڑا تھا میں نے اس کو نہیں دیکھا وہ رائفل کا نشانہ لے کر مجھ پر گولی چلانا ہی چاہتا تھا کہ چوہدری ظہور احمد صاحب (ناظر دیوان) نے مجھے دھکا دیا اور میں لڑھکتا ہوا مسجد کے اندر چلا گیا میں نے سمجھا شاید یہ پاگل ہو گئے ہیں نہ کوئی بات ہے اور نہ کچھ خطرہ اچانک انہوں نے مجھے دھکا دے دیا ہے۔ میں نے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ سامنے ایک سکھ سپاہی کھڑا تھا جو آپ پر گولی چلانے لگا تھا۔ اس وقت اگر میں آپ کو یہ کہتا کہ بچ جائیں تو

آپ بچ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے بچاؤ کا ایک ہی طریقہ تھا کہ جوں ہی میری نظر اس سپاہی پر پڑی میں نے آپ کو دھکا دے دیا تاکہ آپ دروازہ سے اوجھل ہو جائیں اور وہ گولی چلائے بھی تو وار خالی جائے۔

غرض ہم نے اپنی بہنوں اور بچیوں کو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر نکالا اور اپنے گھروں میں ٹھہرایا۔ ان کا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ چونکہ افراتفری میں ایک ایک غریبانہ جوڑے میں آگئی تھیں اس لئے جب بارشیں ہوئیں تو ان کے کپڑے بھیگ کر اور کچھ ویسے بھی استعمال میں آ آکر پھٹ گئے۔ جن مکانوں میں ان کو ٹھہرایا گیا تھا ان کے باہر کچھ رضاکار پہرے پر مقرر کر رکھے تاکہ وہ ان کی حفاظت کے علاوہ انہیں کھانے پینے کی چیزیں بھی پہنچاتے رہیں۔ چنانچہ ایک دن چند رضاکار میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم وہاں ڈیوٹی نہیں دے سکتے کیونکہ جب کوئی عورت ہمیں اطلاع دینے یا اپنی ضرورت بتانے کے لئے آتی ہے تو اگر اتفاقاً دروازہ کھل جائے اور اندر نظر جا پڑے تو ان کی حالت دیکھی نہیں جا سکتی کیونکہ ان کے کپڑے پھٹ چکے ہیں۔ اس لئے ہم وہاں ڈیوٹیاں نہیں دے سکتے۔

میں نے سوچا واقعی ان کی حالت قابل رحم ہے ان کو کپڑے مہیا ہونے چاہئیں۔ چنانچہ میں نے پتہ لیا لیکن کپڑے مہیا کرنے کی کوئی صورت مجھے نظر نہ آئی۔ آخر سوچ سوچ کر مجھے خیال آیا کہ منصورہ بیگم جا چکی ہیں۔ ان کے جہیز کے سارے کپڑے یہیں پڑے ہوئے ہیں جن میں سے بعض جوڑے گو نہایت قیمتی ہیں لیکن میری ایک غیر احمدی بہن کو آج ان کی ضرورت ہے۔ میں نے سوچا کہ اگر میں نے اپنے گھر کے صندوقوں کے تالے توڑنے کی بجائے اپنے کسی بھائی یا بہن کے صندوقوں کے تالے توڑے تو مجھ پر ان کا یہ جائز اعتراض ہو گا کہ آپ نے پہل اپنے گھر سے کیوں نہیں کی۔ اس لئے میں نے پہلے منصورہ بیگم کے جہیز کے کپڑوں کے صندوق منگوائے اور ان کے تالے کھولے اور جیسا کہ میں نے بھی بتایا ہے بعض جوڑے ہزار ہزار ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار روپے کے تھے جو حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دیئے تھے اور کبھی کبھار کسی تقریب پر استعمال ہوتے تھے ورنہ بند پڑے رہتے تھے۔ ہمارے خاندان کی روایت ہے کہ اس قسم کے قیمتی کپڑے بالعموم اپنی بچیوں کو جہیز میں دے دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے سارے کپڑے نکلوائے اور اپنی غیر احمدی بہنوں میں تقسیم کروا دیئے۔ جب میں نے وہ سارے تقسیم کروا دیئے تو پھر میں نے اپنی بہنوں کے صندوق کھلوائے پھر اپنے بھائیوں کی بیویوں کے صندوق کھلوائے اور سب کپڑے اپنی غیر احمدی بہنوں اور بچیوں میں تقسیم کروا دیئے اور پھر

یہاں میں نے اس کی اطلاع بھجوادی اور ساتھ ہی وضاحت بھی کر دی کہ پہلے میں نے منصورہ بیگم کے کپڑے تقسیم کروائے ہیں اور بعد میں دوسروں کے۔

مخالفین اپنی مزعومہ کوششوں میں ہمیشہ ناکام ہوتے رہیں گے

پس میں مخالفین احمدیت سے کہتا ہوں کہ ہم دنیا کی دولت سے پیار کرتے ہیں نہ اس کو کوئی وقعت دیتے ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ تم کوئی اس قسم کا فتنہ کھڑا کرو گے تو سوڈیڑھ سو مخلص احمدیوں کو دولت کا لالچ دے کر یا منافقوں کے ساتھ مل کر متوازی جماعت قائم کر لو گے۔ کیا تمہیں ان لوگوں کا علم نہیں جنہوں نے پہلے ایک متوازی جماعت قائم کی تھی اور بڑے طمطراق سے کی تھی۔ اور بڑے دعویٰ سے کی تھی کہ جماعت کا 95 فیصد حصہ ان کے ساتھ ہے انہوں نے جو کامیابیاں حاصل کی ہیں تم ان سے زیادہ کامیابیاں تو حاصل نہیں کر سکو گے۔ آخر لے دے کر ان کی ساری کوششوں کا نچوڑ اور تجربوں کا ماحصل یہ ہے کہ جماعت مبائعین کو گالیاں دو اور بس۔ گویا گالیاں دینا ان کے نزدیک نیکی ہے اور اس طرح ان کو خدا مل جائے گا۔

پس اگر ہمارا مخالف اور معاند یہ سمجھتا ہے کہ منافقوں کو پیسے دے کر اور ان کی پیٹھ ٹھونک کر وہ مومنین مخلصین کی جماعت کے مقابلہ میں ایک متوازی جماعت بنا لے گا تو یہ لوریاں تمہیں جو دیا کرتا ہے وہی دیا کرتا ہے تم ایسی لوریاں لے کر آرام کرتے اور سوتے ہو تو سوتے رہو۔ خدا تعالیٰ کے مخلص بندوں پر ایسی لوریوں کا کوئی اثر نہیں ہوا کرتا۔

ہنگامی مجلس شوریٰ بلانے کی غرض

غرض یہ تین منصوبے ہیں جو بڑے نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آرہے تھے۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ جماعت کو (ان نمائندگان کے ذریعہ) اعتماد میں لیا جائے اور ان پر حقیقت حال واضح کر دی جائے تاکہ جماعت چوکس اور بیدار ہو کر اور عزم کر کے اور خدا سے اپنے عہد کو نئے طور پر باندھ کر دنیا کو پہلے سے زیادہ اپنے وجود میں خدا کی قدرت اور اس کے پیار کے معجزہ دکھائے۔

ہم مخالفین احمدیت سے کہتے ہیں تم جو تدبیر بھی کرنا چاہو کر کے دیکھ لو۔ ہمیں دکھ پہنچانا چاہو پہنچا لو۔ ہمیں گالیاں دینا چاہو دے لو۔ ہم پر رعب جمانا چاہو جما کر دیکھ لو۔ منافقوں کو اکٹھا کر کے کوئی متوازی جماعت بنا کر ربوہ میں اس کا مرکز بنانے کی کوشش کرنا چاہو کر کے دیکھ لو۔ جو تمہاری مرضی میں آئے کر لو۔ ہم تمہیں بتا دیتے ہیں کہ تم اپنے منصوبوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے اس لئے کامیاب نہیں ہو سکتے کہ یہ جماعت خدا کی قائم کردہ جماعت ہے اور خدا کے اس برگزیدہ شخص کی طرف منسوب ہوتی ہے جس کے دل و جان اللہ کے پیار اور حضرت محمد ﷺ کی محبت سے معمور تھے۔ جسے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ضرورت حقہ کے مطابق قرآن کریم کی ایسی تفسیر سکھائی تھی جس میں آج کے انسان کو درپیش مسائل کا حل موجود ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت اور رسول خدا ﷺ کے اسوہ حسنہ کی شناخت اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا ہوئی اور جس کے وجود میں آنحضرت ﷺ کا رنگ کامل طور پر منعکس ہوا۔ وہ رنگ اتنا ہم شکل اور آپس میں اتنا ملتا جلتا تھا کہ خدا نے حضرت مہدی معہود علیہ السلام کو الہاماً فرمایا کہ تم دنیا میں یہ اعلان کر دو۔ مَنْ فَرَّقَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ الْمُصْطَفٰی فَمَا عَرَفَنِیْ وَمَا رَأٰی یعنی میں اور میرا آقا دو نہیں ایک ہیں جو شخص میرے اور میرے آقا کے درمیان فرق کرتا ہے اس نے گویا میرے مقام کو پہچانا ہی نہیں۔ یہ دراصل ایک الٰہی تنبیہ ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا قائم کردہ ایک سلسلہ ہے جسے کوئی ناکام نہیں کر سکتا۔

احیائے دین اور قیام شریعت کا فریضہ

پھر آنحضرت ﷺ کے محبوب مہدی علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے زندگی بھر احیائے دین اسلام اور قیام شریعت قرآن کی توفیق عطا فرمائی اور آپ کو ادیان باطلہ کے خلاف زبردست جنگ میں آسمانی تائیدات اور نشانات سے نوازا۔ اس اہم اور عالمگیر مہم کو کامیاب بنانے کے لئے الٰہی منشاء کے مطابق ایک جماعت قائم ہوئی جس کے دلوں میں خدا تعالیٰ کے فرشتوں نے تحریک پیدا کی اور وہ جان و دل سے آپ پر فدا ہو گئی۔ جماعت کے اکثر دوستوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی صحبت میں روحانی تربیت کا شرف حاصل کیا۔ اس نور سے ان کے سینہ و دل بھی منور ہو گئے جو آپ نے آنحضرت ﷺ سے لیا تھا۔ چنانچہ ان کے دل میں بھی دین متین اسلام کی محبت اور اس کی عالمگیر اشاعت کی تڑپ پیدا ہوئی۔ چنانچہ وہ بھی مستانہ وار نعرے لگاتے ہوئے میدان جہاد میں کود پڑے اور غلبۂ اسلام کی راہ میں رکاوٹوں کو پھلانگتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھنے کی توفیق پائی۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ پھر یہی نہیں جماعت احمدیہ نے اپنی نسلوں کو سنبھالنے کی بھی کوشش کی اور اس میں بھی احباب جماعت بڑی حد تک کامیاب رہے۔ انہوں نے اپنوں کی اصلاح ہی نہیں کی بلکہ دوسرے مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے والے افراد کی اصلاح اور تربیت کی بھی توفیق پائی۔ اگر امام وقت نے ان سے خدا کی راہ میں پیسہ مانگا تو انہوں نے اپنا مال و دولت پیش کر دیا۔ اگر جانی قربانی کی ضرورت پڑی تو جماعت نے اس میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

پس یہ تو وہ فدائی اور ایثار پیشہ جماعت ہے جس کے متعلق بعض غیر از جماعت دوست جو سیاسی طور پر بھی اثر و رسوخ کے مالک ہیں بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ احمدیوں کا کائی مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے امام جماعت کے ایک ادنیٰ اشارے پر اپنے مال اور جان کی بڑی سے بڑی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتے۔

جماعت حسن عمل پر زور دے

غرض مخالفین اور معاندین نے ان دنوں ہمارے خلاف جو منصوبے بنائے ہیں ان کے متعلق میں نے احباب جماعت کو مختصراً بتا دیا ہے تاکہ وہ باخبر رہیں اور حسن عمل پر زور دیں۔ تاہم اپنے اعمال صالح پر فخر بھی نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ جو ظاہر میں عمل صالح سمجھا جاتا ہے انسانی آنکھ بعض دفعہ اس کے اندر کے کیڑے کو نہیں دیکھ سکتی۔ چنانچہ ایسا عمل انجام کار رد کر دیا جاتا ہے۔ وہ عند اللہ قبول نہیں ہوتا۔ ہمیں تو صرف ایک چیز کا پتہ ہے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں بتانے کے لائق ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول

میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگاہ میں بار

آپ کے فارسی کے ایک شعر میں ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اچھے عمل کے بغیر انسان مقبول نہیں ہوتا۔ اور میرے تو کوئی عمل ہی نہیں ہیں مگر خدا کے فضل نے مجھے اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ زہد اور تعبد کا نام نہ لو کہ جو راہ خدا نے مجھے دکھائی ہے وہ داؤد کی راہ ہے۔ چنانچہ مجھے بھی ایک دفعہ ایک شخص کی منافقانہ بات پر خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا تھا :

يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ

پس ہمارے کوئی اعمال نہیں ہیں جن پر ہمیں کوئی فخر ہو۔ البتہ ہمیں خدا کا پیار حاصل ہے جس پر ہمیں فخر ہے۔ اس لئے وہ خدا جو پیار کا سرچشمہ ہے اور قادرانہ تدبیروں کا مالک ہے اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ اس کا یہ منشاء ہے کہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام ساری دنیا پر غالب آئے اس لئے جماعت غالب ہو گی کبھی مغلوب نہیں ہو گی۔ یہ خدا کا وعدہ ہے جو ضرور پورا ہو گا۔

اصل خطرہ اور اِس سے بچنے کی نصیحت

پس خدا تعالیٰ سے ہماری یہ دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ ہم ان تمام ذمہ داریوں کو نباہ سکیں جن کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توجہ دلائی ہے۔ ابھی میں نے جن منصوبوں کا ذکر کیا ہے گو دنیا کے نزدیک یہ بڑے خطرناک منصوبے ہیں لیکن ہمیں ان سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ اگر ہمیں کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ بعض دفعہ اپنی کمزوری اور ضعف ایمان کی وجہ سے محسوس ہوتا ہے۔ تاہم اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خوشخبری دی ہے کہ اگر تم میں سے بہتوں نے خلوص نیت اور صدق دل سے قربانیاں دیں تو جو تھوڑے لوگ ہیں اور ان قربانیوں سے محروم ہیں ان کی خطائیں بھی مغفرت کی چادر کے نیچے ڈھانپ دی جائیں گی۔ ان کی کمزوری اور خطاؤں کا خمیازہ تمہیں نہیں بھگتنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری یہ دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہمیں ان تمام بشارتوں کا اہل بنائے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے روحانی فرزند جلیل مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ عطا کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے جو حقیر تحفہ ہم اس کے حضور پیش کریں وہ اسے محبت کے ساتھ اور قدردانی کے ساتھ قبول فرمائے اور اپنے وعدوں کو ہماری زندگیوں میں پورا کر دے۔

جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی

احباب یاد رکھیں کہ جہاں تک دشمن کا تعلق ہے، دشمن کو کبھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اس واسطے دشمن کو چونکہ کبھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے ہمیں لاپرواہ نہیں ہونا چاہیئے لیکن جہاں تک ہمارے انجام کا تعلق ہے ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ہم لاپرواہ تو نہیں ہوں گے۔ ہم قربانیاں تو دیں گے اور دیتے چلے جائیں گے۔ کام تو ہم کریں گے اور اپنی تدبیر کو انتہاء تک پہنچائیں گے۔ اپنے عمل کو حسن واحسان سے مزین کر کے خدا کے حضور پیش کریں گے اور خدا سے یہ کہیں گے۔ اے خدا! تو اسے اپنے فضل سے قبول فرما لیکن اپنے اوپر فخر نہیں کریں گے۔ ہم میں سے ہر ایک کی جبین آستانہ الٰہی پر ہمیشہ جھکی رہے گی۔ ہم اپنے کو کچھ نہ سمجھتے ہوئے، اپنے میں کوئی ہنر نہ دیکھتے ہوئے اور اپنے عمل کو اچھا عمل نہ سمجھتے ہوئے خدا کی راہ میں افتاں وخیزاں آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ آخر انسان کا کیا عمل ہے اور وہ خدا کے حضور کیا پیش کرتا ہے۔ پھر بھی ہم اپنے رب سے پیار کی امید رکھیں گے۔ ہمیں انشاء اللہ اس کا پیار ملے گا اور ہمارے وجود میں اس کے وعدے پورے ہوں گے۔

جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ہماری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں ہے۔ آپ کی جماعت کو بھی یہ نعمت حاصل ہے۔ ہم پر بھی وہی رنگ چڑھایا گیا ہے۔ اس لئے ہم بھی علی الاعلان دنیا سے یہ کہتے ہیں کہ ہماری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں ہے۔ خدا کرے کہ اس کا دست قدرت ہمارا سہارا بنا رہے۔ غیر کی نگاہ میں بھی اور اپنوں کی نگاہ میں بھی ہماری سرشت میں ناکامی کا خمیر نظر نہ آئے۔ خدا ہر چیز پر قادر ہے اور ہم اس کی سب قدرتوں پر ایمان اور توکل رکھتے ہیں۔

پس اصل دعا آپ یہ کریں گے اور بڑی عاجزی اور تضرع سے کریں گے کہ اللہ تعالیٰ غلبۂ اسلام کی مہم کو جلد تر کامیاب کرے۔ اس عظیم مہم کی راہ میں جو روکیں پیدا ہوں اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل اور رحمت اور قدرت سے ان کو دور کر دے اور ہمیں شاہراہ غلبۂ اسلام پر زیادہ تیزی سے آگے سے آگے بڑھاتا چلا جائے۔ اللّٰھم آمین

اب میں دعا کے بعد آپ کو رخصت کر دوں گا۔

آپ اس وقت سب سے پہلے غلبۂ اسلام کے لئے دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے غلبۂ اسلام کی راہ میں جو رکاوٹیں پیدا ہوں ان کو دور کر دے اور معاند و مخالف کے سارے منصوبوں کو توڑ کر رکھ دے اور یہ خوشی ان کو کبھی نہ دکھائے کہ خدا کے مقابلے میں آئیں اور بچ جائیں۔ خدا کے مقابلہ میں آکر اور خدا کے بندوں کو دکھ دے کر انسان کو حقیقی خوشی کبھی نصیب نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری یہ بھی دعا ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے بے پایاں فضل سے ہماری کمزوریوں کو اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کی راہ میں قربانیاں پیش کریں اور وہ ایثار دکھائیں جس کے نتیجہ میں خدا اپنے محبوب بندوں سے پیار کرتا ہے۔ آؤ دعا کر لیں۔

لمبی پُرسوز دعا کے بعد مجلس مشاورت کا یہ غیر معمولی اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک۔